Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ...........300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ .... پڑوسیوں کی حق تلفی یہ بھی ہے .... مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط136)... یتیموں کا مال ناحق کھانے کی ممانعت اور اصلاح کا حکم... // // 5

درسِ حدیث .... ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے متعلق مسائل... // // 14

مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ

جنت والے اور دوزخ والے کیا برابر ہیں؟ .... مفتی محمد امجد حسین 35

میں اپنی ماں کے عقیدے پر مر رہا ہوں .... // // 40

ہم آپ کہہ کر بولیں گے .... ماسٹر عبدالحلیم احقر 47

دنیا کی حقیقت (قسط3) .... قاری جمیل احمد 48

ماہِ محرم: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات و واقعات .... مولانا طارق محمود 49

علم کے مینار: .... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حالات و واقعات ..... مولانا غلام بلال 53

تذکرۂ اولیاء: .... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد .... مولانا محمد ناصر 58

پیارے بچو! .... جنات و شیاطین (قسط4) .... حافظ محمد ریحان 61

بزمِ خواتین .... خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط11) ...... مولانا طلحہ مدثر 64

آپ کے دینی مسائل کا حل..... نکاح کے ولیمہ کا جائز اور افضل وقت .... ادارہ 70

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... گھر وغیرہ میں داخل ہونے کے آداب ..... مفتی محمد رضوان 80

عبرت کدہ ..... حضرت موسیٰ کی ولادت کے بعد والدہ کی پریشانی ..... مولانا طارق محمود 84

طب و صحت .... آملہ (Emblic Myrobalans) .... مفتی محمد رضوان 87

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب و روز .... مولانا محمد امجد حسین 91

اخبارِ عالم .... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... حافظ غلام بلال 93

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

پڑوسیوں کی حق تلفی یہ بھی ہے

اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق کی بڑی تاکید بیان کی گئی ہے، یہاں تک کہ بعض احادیث میں ہے کہ اللہ کی طرف سے جبریل امین کے ذریعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑوسی کے حقوق کی بار بار اتنی تاکید کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوگیا کہ کہیں پڑوسی کو قریبی رشتہ داروں کی طرح مال کی وراثت کا بھی حق دار نہ بنادیا جائے (بخاری)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے (مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو (مسلم)

آج کل پڑوسیوں کی حق تلفی اور ایذاء رسانی کی بعض صورتیں ایسی رائج ہوگئی ہیں کہ جن کو پڑوسیوں کی حق تلفی وایذاء رسانی کی فہرست میں داخل ہی نہیں سمجھا جاتا، اور اس وجہ سے بے دھڑک ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

مثلاً بعض اوقات حکومت کی طرف سے بچھی ہوئی گیس کی پائپ لائنوں میں گیس کی مقدار کم ہوتی ہے، ایسی حالت میں بعض لوگ اپنے گھروں میں ''کمپریسر'' نام کی ایک مشین لگالیتے ہیں، یہ مشین گیس کو کھینچ کر فراہم کرتی ہے، اب اس مشین کے ذریعہ سے جب گیس کھینچی جاتی ہے، تو پڑوسیوں کے گھروں میں پہنچنے والی گیس بھی اس مشین سے کھینچنے والے کے یہاں آجاتی ہے، اور پڑوسی محروم ہوجاتے ہیں، پڑوسیوں کے ہاں یا تو گیس بالکل نہیں پہنچتی، یا اگر پہنچتی بھی ہے، تو بہت کم مقدار میں پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی ضروریات متاثر ہوتی ہیں، اور ان کو تکلیف پہنچتی ہے، اس طرح مشین کے ذریعہ سے گیس کھینچنا ایک تو قانونی طور پر ویسے ہی ممنوع ہے، اور اس عمل میں ایک جائز قانون شکنی کا گناہ پایا جاتا ہے، اور دوسرے اس کی وجہ سے پڑوسیوں کی حق تلفی اور ان کی ایذاء رسانی لازم آتی ہے، جو کہ گناہ ہے، کیونکہ باہر بچھی ہوئی گیس کی پائپ لائن سے تمام متعلقہ علاقہ والوں کا جن کے پاس جائز طریقہ پر گیس کا کنکشن

لگا ہوا ہے، برابر حق ہے، اور جب اپنی حالت پر گیس آتی ہے، تو حسبِ توفیق سب کو تھوڑی یا زیادہ، جتنی بھی پیچھے سے گیس آرہی ہوتی ہے، پہنچتی ہے، مگر مذکورہ مشین لگانے کے بعد وہ گیس جو پڑوسیوں کو پہنچتی، وہ بھی اس مشین کی وجہ سے اس مشین چلانے والے کے ہاں پہنچ جاتی ہے، اور پڑوسی محروم ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات سخت تکلیف اٹھاتے ہیں کہ گیس کی ادنیٰ مقدار کے نہ ہونے سے کھانا تیار کرنے اور سخت سردی میں پانی وغیرہ گرم کرنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، اور طرح طرح سے کوفت و اذیت اٹھاتے ہیں۔

آج کل جبکہ سردی کا موسم ہے، اس صورتِ حال کا غریب لوگوں کو کثرت سے سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بجلی نہیں ہوتی، تو یہ کمپریسر نہیں چلتا، اور اس وقت پڑوسیوں کے ہاں گیس کی آمد ہونے لگتی ہے، اور بجلی کے آنے پر جوں ہی کوئی پڑوسی کمپریسر چلاتا ہے، تو اس کے محلّہ، پڑوس اور آس پاس کے گھروں سے گیس غائب ہو جاتی ہے، اور بعض غریبوں کے پاس گیس کا متبادل انتظام بھی نہیں ہوتا، اس لئے وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں، بچے بھوک و پیاس سے بلبلاتے رہتے ہیں، اور گیس نہ آنے پر طرح طرح کی شکایتیں اور بددعائیں کرتے ہیں۔

خدارا! غریبوں اور بے سہارا بچوں کے وبال سے ڈریئے اور اس طرح پڑوسیوں اور غریبوں کی حق تلفی سے اپنے آپ کو بچایئے، کہیں کسی کی خاموش بددعاء بڑے وبال کا باعث نہ بن جائے۔

بعض لوگ اس موقع پر کہا کرتے ہیں کہ ہم تو مجبوری کی وجہ سے کمپریسر چلاتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر گیس نہیں آتی، لیکن اولاً تو ان لوگوں کا یہ عذرِ لنگ ہے، کیونکہ اس کے بغیر بھی گیس کی آمد تھوڑی بہت مقدار میں ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں ان کا اور دوسرے پڑوسیوں کا کچھ نہ کچھ کام چل جاتا ہے، مگر اس مشین کے چلانے کے بعد دوسرے پڑوسی بالکل محروم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے اگر کسی کو زیادہ مقدار میں گیس یا آگ سے کام کرنا پڑتا ہے، تو اسے چاہئے کہ اس کا کوئی دوسرا متبادل انتظام کرے، مثلاً سلینڈر رکھے، یا لکڑیوں والا چولھا استعمال کرے، وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ اپنی غیر معمولی ضرورت پوری کرنے یا سہولت حاصل کرنے کے لئے غیر معمولی انتظام کرے، اپنے غیر معمولی اور سہولت پر مبنی کام کاج کی خاطر دوسروں کے عام اور بنیادی معمولات اور ضروریات کو متاثر کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ کمپریسر لگا کر پڑوسیوں کی گیس کھینچ لینا اور ان کو محروم کر دینا بھی پڑوسیوں کی حق تلفی کی ایک شکل ہے، جس سے سب کو بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(سورہ بقرہ قسط136، آیت220) مفتی محمد رضوان

یتیموں کا مال ناحق کھانے کی ممانعت اور اصلاح کا حکم

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(سورة البقرة، رقم الآية ٢٢٠)

ترجمہ: اور سوال کرتے ہیں وہ آپ سے یتیموں کے متعلق، کہہ دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ملا لو تم ان کو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے کے مقابلہ میں اور اگر چاہتا اللہ تو تمہیں تکلیف میں ڈال دیتا، بے شک اللہ عزیز ہے حکیم ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

یتیم ایسے نابالغ بچہ یا بچی کو کہا جاتا ہے، جس کے والد کا سایہ سر سے اٹھ جائے، یعنی وہ فوت ہو جائے، جب تک یہ بچہ یا بچی نابالغ رہے، اس وقت تک اس پر یتیم ہونے کے احکام جاری ہوتے ہیں، اور بالغ وعاقل ہونے کے بعد یتیم ہونے کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔ [1]

اسلام میں یتیموں کے حقوق کی بڑی تاکید کی گئی ہے، خاص طور پر یتیموں کے مال کے بارے میں بڑی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں کوتاہی کو بڑا جرم اور گناہ قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ آیت میں بھی یتیموں کے مال کے بارے میں تاکید بیان کی گئی ہے۔

یتیموں کے مال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا تھا، تو اس کے جواب میں ایک اصول اور قاعدہ بیان کر دیا گیا کہ یتیموں کی اصلاح اور بھلائی وخیر خواہی کا جو تقاضا ہو، اس کے مطابق عمل کرو، اور ان کی ملکیت میں جو مال واسباب ہو، اس میں بھی یہی اصول اور قاعدہ پیشِ نظر رکھو، اگر یتیموں کے مال میں سے کھانے پینے کا انتظام الگ سے کرنا دشوار ہو، تو اپنے کھانے پینے کے اخراجات

---

[1] وفی الاصطلاح :عرف الفقهاء اليتيم بأنه من مات أبوه وهو دون البلوغ،لحديث " :لا يتم بعد احتلام "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥ ص ٢٥٤، مادة "يتيم")

میں ان کے مال کو بھی ان کی ضرورت کے بقدر شامل کرسکتے ہو، لیکن مقصد یتیموں کی بھلائی وخیر خواہی ہونی چاہئے، تاکہ ایک تو ان کی ضرورت پوری ہوجائے، دوسرے ساتھ شامل کرنے میں یتیموں کا خرچہ کم ہو، جتنا الگ سے ان کے لئے ہر چیز تیار کرنے میں ہوتا، تیسرے ان کی خدمت اور کفالت کرنے والے بھی تنگی اور حرج میں نہ پڑجائیں کہ ہر ہر چیز کا انتظام الگ سے کرنا ان کے لئے دشوار ہوجائے۔

لیکن یتیموں کا مال اپنے مال یا چیزوں کے ساتھ شامل کرنے کا عمل کرتے وقت یتیموں کی اصلاح وخیر خواہی پیشِ نظر ہونی چاہئے، یتیم کا مال اپنے ساتھ شامل کرنے سے فساد پیشِ نظر نہیں ہونا چاہئے، مثلاً کوئی اس بہانے سے یتیم کا مال ہڑپ کرنا چاہے، تو اس کا اللہ کو خوب علم ہے، اللہ نے ساتھ شامل کرنے کی اجازت تمہیں تکلیف سے بچانے کے لئے دی ہے، فاسد مقصد کے لئے نہیں دی، اور اللہ کی صفت عزیز یعنی غالب ہونا بھی ہے، اور حکیم ہونا بھی ہے، وہ سب احکام حکمت ومصلحت کے مطابق بیان کرتا ہے، اور اگر کوئی فاسد غرض سے یتیموں کا مال کھائے گا، تو اللہ کو اپنی صفتِ عزیز کی وجہ سے اس پر مؤاخذہ کرنے اور یتیم کی مدد کرنے کی پوری قدرت بھی حاصل ہے، وہ اپنی حکمت سے جب اور جس طرح چاہے مؤاخذہ کرے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ " وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ" وَ "إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا " اَلْآيَةَ اِنْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ، فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهٖ فَيُحْبَسُ لَهٗ حَتّٰى يَأْكُلَهٗ أَوْ يَفْسُدَ، فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ" فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهٖ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهٖ

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۸۷۱،باب مخالطةِ الیتیم فی الطعام، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۴۹۹)

ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے (سورہ انعام وسورہ اسراء کی) یہ آیت نازل فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) "یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھے طریقہ سے" اور (سورہ نساء کی یہ آیت نازل فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) "بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز

طریقہ پر کھاتے ہیں، تو بس وہ کھا رہے ہیں اپنے پیٹ میں آگ“

تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم تھے (یعنی ان کے زیر کفالت وسرپرستی یتیم بچے تھے) انہوں نے اپنا کھانا پینا ان یتیم بچوں کے کھانے پینے سے الگ کرلیا، پس اگر یتیم کا کھانا بچ جاتا وہ اس کو اٹھا کر رکھ دیتے، یہاں تک کہ وہ کھانا خود اس یتیم ہی کو کھانا پڑتا یا پھر رکھا رکھا سڑ جاتا، پس اس حکم پر عمل کرنا لوگوں کے لیے دشوار ہوگیا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو اللہ عزوجل نے (سورہ بقرہ کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ“

”اور سوال کرتے ہیں وہ آپ سے یتیموں کے متعلق، کہہ دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ملالو تم ان کو تو وہ تمہارے بھائی ہیں“

اس کے بعد لوگوں نے یتیموں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ ملالیا(ابوداؤد، حاکم)

اس حدیث کو بعض حضرات نے صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

جبکہ اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

بہرحال قطع نظر اس حدیث کی سند کی مذکورہ بحث سے، سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے اتنی بات معلوم ہوگئی کہ یتیموں کا مملوکہ مال اپنے مال کے ساتھ ملانا جبکہ اس میں یتیموں کے لئے اصلاح وخیرخواہی پیشِ نظر ہو، جائز ہے، لیکن یتیموں کو فساد اور نقصان پہنچانا جائز نہیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر یتیموں کے مال کے بارے میں تاکید آئی ہے۔

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح ولم يخرجاه وإنما أخرجه أئمتنا فى الرخصة فى المناهدة فى الغزو . وشاهده المفسر حديث وحشى بن حرب "

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف .عطاء -وهو ابن السائب -اختلط بأخرة، وجرير -وهو ابن عبد الحميد -ممن سَمع من عطاء بعد اختلاطه، وقد تابعه جماعة لم يُميّز سماعُ أحد منهم من عطاء ، أكان قبل اختلاطه أو بعده.

وأخرجه ابن جرير الطبرى فى "تفسيره٢/ ٣٦٩ـ ٣٧٠ "، والحاكم٢/ ١٠٣ و٣٠٣و٣١٨، والبيهقى ٦/ ٢٨٤، والواحدى فى "أسباب النزول "ص ٥٩، والضياء المقدسى فى "المختارة(١٠/ ٢٧٣)"من طريق جرير بن عبد الحميد، بهذا الإسناد(حاشية سنن ابى داوٗد)

Idara Ghufran

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَآتُوا الْيَتَامٰى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا(سورة النساء ،رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور نہ بدلو خبیث کو پاکیزہ (مال) سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مال کے ساتھ (ملا کر) بے شک یہ بڑا گناہ ہے(سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کو ان کا مملوکہ مال ادا کرنا ضروری ہے، خواہ اس طور پر کہ ان کا مال ان کی ہی ضروریات وسہولیات میں خرچ کیا جائے، یا اس طور پر کہ جب وہ بالغ اور سمجھدار ہو جائیں، تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دیا جائے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیم کے اچھے مال پر خود قبضہ جما کر یا خود استعمال کر کے، یتیم کو گھٹیا اور ردی مال یا چیز مہیا کرنا یا یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شامل کر کے اس کو اپنا مال قرار دینا سخت گناہ کی بات ہے۔

سورہ نساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا(سورة النساء رقم الآية،٦)

ترجمہ: اور آزماتے رہو یتیموں کو، یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم محسوس کر وان میں ہوشیاری، تو حوالے کر دو، ان کی طرف ان کے مال، اور نہ کھاؤ ان کے مال کو بے جا، اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے، اور جو غنی ہو، تو وہ اپنے آپ کو پاک رکھے، اور جو فقیر وغریب ہو، تو وہ کھالے معروف طریقہ پر، پھر جب حوالے کر وان کی طرف ان کے مال، تو گواہ بنا لو ان پر، اور اللہ کافی ہے حساب لینے کے اعتبار سے(سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ جب یتیم بالغ اور سمجھدار ہو جائے، اور آزمانے سے اندازہ ہو جائے کہ اب وہ مال کے نفع ونقصان اور حفاظت وضیاع کو سمجھنے لگا ہے، تو یتیم کو اس کا مال جو سرپرست یا نگران کے پاس ہے، حوالہ کر دینا چاہیئے، اور یتیم کے مال کو اس ڈر سے کہ وہ بڑا ہو کر اپنا مال واپس لے لے گا، جلدی جلدی کھانے

کی کوشش کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شخص یتیم کی کفالت کرتا ہے، اور وہ خود غریب ہے، جس کے پاس اپنی ضروریات کا انتظام نہیں، تو وہ یتیم کی کفالت اور تربیت کرنے کی حیثیت سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے، مگر شرط یہی ہے کہ ایک تو وہ خود فقیر و غریب ہو، دوسرے صرف بقدرِ ضرورت کھائے، ضرورت سے زیادہ یا مزے اڑانے کے لئے نہ کھائے، بعض روایات میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ عنہا سے روایت ہے کہ:

(وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا، فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا، فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ (بخاری، رقم الحديث ۲۲۱۲)

ترجمہ: (سورہ نساء کی آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''اور جو غنی ہو، تو وہ اپنے آپ کو پاک رکھے، اور جو فقیر و غریب ہو، تو وہ کھالے معروف طریقہ پر'' یتیم کے سرپرست کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس کی نگرانی کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے کہ اگر وہ فقیر وغریب ہو تو معروف طریقہ پر اس سے کھا سکتا ہے (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ .قَالَ: فَقَالَ: كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ، وَلَا مُبَادِرٍ، وَلَا مُتَأَثِّلٍ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۸۷۲، باب ما لولى اليتيم أن ينال من مال اليتيم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں فقیر وغریب ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے، البتہ میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے (جس کی ملکیت میں مال ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے مال میں سے کھا سکتے ہو، لیکن نہ تو فضول خرچی کے ساتھ ہو، اور نہ اس کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ہو، اور نہ (اپنے پاس) مال جمع کرنے کی غرض سے ہو (ابوداؤد)

سورہ نساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا(سورة النساء ،رقم الآية ١٠)

ترجمہ: بے شک جولوگ کھاتے ہیں یتیموں کا مال ظلم کے طور پر، بس وہ کھا رہے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ کو،اورعنقریب داخل ہوں گےوہ آگ میں (سورہ نساء)

معلوم ہوا کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا ایسا ہی ہے، جیسا کہ اپنے پیٹ میں مال کے بجائے آگ کھانا اور بھرنا، کیونکہ یہ مال ناحق کھانا آخرت میں پیٹ میں آگ کے عذاب کی شکل ہی میں ظاہر ہوگا۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ (سورة الانعام، رقم الآية ١٥٢)

ترجمہ: اورقریب نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگراس طریقے سے جواچھا ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچ جائے (سورہ انعام)

اورسورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ (سورة الاسراء، رقم الآية ٣٤)

ترجمہ: اورقریب نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگراس طریقے سے جواچھا ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچ جائے (سورہ اسراء)

مطلب یہ ہے کہ اگر یتیم کی ملکیت میں مال ہو،تواس کے قریب جانا جائز نہیں،سوائے اچھے طریقہ کے،اور یتیم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بقدرِ ضرورت مال خرچ کرنا اچھا طریقہ ہے،لہٰذا اس میں گناہ نہیں، اسی طریقہ سے اگر کفالت کرنے والاخود انتہائی غریب وفقیر ہے،تواس کو بھی بعض شرائط کے ساتھ یتیم کے مال سے کھانا جائز ہے،جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی یتیموں کے مال کو کھانا سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا: يَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ(بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ہلاک کرنے والے گناہ کون سے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر یہ کہ وہ قتل حق پر مبنی ہو (کہ جس کو خود شریعت نے قتل کرنے کا حکم دیا ہو) اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد کے موقع پر پیٹھ پھرانا، اور مومن پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنِّیْ أَرَاکَ ضَعِيْفًا، وَإِنِّیْ أُحِبُّ لَکَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِیْ، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلٰى اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ(مسلم، رقم الحديث ١٨٢٦ ”١٧“)

ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں آپ کو ضعیف خیال کرتا ہوں، اور میں آپ کے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں، جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر امیر مت بننا، اور یتیم کے مال کے ذمہ دار بھی مت بننا (مسلم)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شرعی یا طبعی طور پر کمزور ہو، جسے اپنے یا دوسرے کے اوپر قابو رکھنا مشکل ہو، تو اسے کسی کا امیر اور یتیم کے مال کا ذمہ دار نہیں بننا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ: الْيَتِيْمِ، وَالْمَرْأَةِ(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٦٧٨، باب حق اليتيم، مسند احمد،

---

[1] رقم الحديث ٢٧٦٦، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالى: إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما، إنما يأكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا.

رقم الحدیث ۹۶۶۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! بے شک میں نے دوضعیفوں کے حق کوحرام قراردے دیا ہے، ایک یتیم کے، اوردوسرے عورت کے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

مطلب یہ ہے عورت اوریتیم، دونوں ضعیف اوردوسرے کے ماتحت ہوتے ہیں، اوران کے حقوق کی بہت اہمیت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ ان کے حقوق تلف کرنے کوسختی کے ساتھ حرام قراردے کراورانسانوں کوان کی اہمیت بتلاکراپنی ذمہ داری سے بری ہوچکے ہیں۔ [2]

خلاصہ یہ کہ یتیموں کے مال کی بڑی تاکید ہے، اوران کا مال ناحق کھانا سخت گناہ ہے، البتہ اگرکسی کی زیرِ کفالت یتیم ہو، تویتیم کے مال کواپنے مال کے ساتھ شامل کرکے کھانا پینا اس طریقہ سے جائز ہے، جس سے یتیم کی اصلاح وخیرخواہی پیشِ نظر ہو، اس کونقصان پہنچانا مقصد نہ ہو۔

اسی طرح اگرکوئی یتیم کی کفالت وتربیت کرتا ہو، اوروہ خود غریب ومحتاج ہو، تواس کوبعض شرائط کے ساتھ بقدرِضرورت یتیم کے مال میں سے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

مذکورہ حکم میں اُن اداروں کے ذمہ داراورمتعلقہ افرادبھی داخل ہیں، جویتیموں کی کفالت کے لئے لوگوں سے مالی تعاون حاصل کرتے ہیں، کہ اُن کوبھی یتیموں کے نام سے جمع کئے ہوئے مال کوناحق کھانا جائز نہیں، اوراس میں ان کوبڑی احتیاط کا حکم ہے۔

مگرافسوس کہ آج کل بہت سے لوگوں نے اس کوایک کاروبار بنالیا ہے، وہ لوگ یتیموں کی کفالت کے عنوان سے لوگوں کا مال جمع اورچندہ وغیرہ کرکے خودہرطرح کی عیاشی کرتے اوریتیموں کے نام پرجمع کئے ہوئے مال کوبے جااڑاتے ہیں۔ اللہ ہدایت عطاءفرمائے۔

---

[1] فی حاشیة مسند احمد:إسناده قوی من أجل محمد بن عجلان، وباقی رجاله ثقات رجال الشیخین. سعید :هو ابن أبی سعید المقبری.

[2] (إنی أحرج) لفظ روایة البیهقی أحرم (علیکم) أیها الأمة (حق الضعیفین) أی ألحق الحرج وهو الإثم بمن ضیعهما فأحذره من ذلک تحذیرا بلیغا وأزجره زجرا أکیدا ذکره النووی وقال غیره :أضیقه وأحرمه علی من ظلمهما قال الزمخشری :ومن المجاز وقع فی الحرج وهو ضیق المأثم وأحرجنی فلان أوقعنی فی الحرج وحرجت الصلاة علی الحائض والسحور علی الصائم لما أصبح أی حرما وضاق أمرهما وظلمک علی حرج أی حرام ضیق وتحرج فلان من کذا أی تأثم وحلف بالمحرجات أی بالطلاق الثلاث (الیتیم والمرأة) وجه تسمیتهما بالضعیفین ظاهرة بل محسوسة وقد مر ذلک مبسوطا فراجعه(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۲٦۵۱)

مطبوعاتِ ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ:ارکانِ اسلام — اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام،
سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ اور سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم
وجدید مفصل ومدلّل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم امور ومسائل پر علمی وتحقیقی کلام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ:اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ اور فکرِ ولی اللّٰہی و مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آرا وتحریرات اور فتاویٰ

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے ''محرم الحرام'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسلامی وقمری سن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان
مدیہ

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ:اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہل السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اور ان کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پر عمل اور ان کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اور اس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضو، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم (نویں وآخری قسط) مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے متعلق مسائل

احادیث وروایات کے بعد آخر میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے متعلق مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... بہت سی احادیث میں کبر وعجب کی نیت سے مرد کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت اوراس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اور بہت سی احادیث میں کبر وعجب کی نیت کے بغیر بھی ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت اوراس پر وعید بیان کی گئی ہے۔

جس کی وجہ سے اہلِ علم حضرات کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبر وعجب کے قصد وارادہ سے مرد کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام اور سخت گناہ کا باعث ہے اوراس کے گناہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور اگر کبر وعجب کے قصد وارادہ کے بغیر لٹکائے تو بعض اہلِ علم حضرات اس کو حرام قرار نہیں دیتے، البتہ مکروہ یا خلافِ سنت قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک یہ صورت بھی حرام اور گناہ میں داخل ہے، البتہ اس صورت کا گناہ، اس صورت کے مقابلہ میں کچھ کم ہے کہ جس صورت میں کبر وعجب کا قصد وارادہ ہوتا ہے، بلکہ ان میں سے بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ جب کبر وعجب کے قصد وارادہ سے یہ گناہ کیا جائے، تو دو گناہوں کا مجموعہ ہوتا ہے، اور جب کبر وعجب کے قصد وارادہ کے بغیر کیا جائے، تو ایک گناہ ہوتا ہے، اور احتیاط بھی اسی میں ہے کہ کبر وعجب کا ارادہ ہو یا نہ ہو، بہرحال اس عمل سے مرد حضرات کو بچنا ہی چاہئے۔

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ کبر وعجب اور فخر وتفاخر کے بغیر بلا عذر قصداً وعمداً ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا بطورِ خاص اس کی عادت بنانا مکروہ تحریمی یا کم از کم سنتِ مؤکدہ کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے قول وفعل سے اس کی تاکید واہتمام ثابت ہے، اور نصف پنڈلی تک مستحب ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول نصف پنڈلی تک ازار رکھنے کا تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں

Idara Ghufran

تک کی جگہ کو بھی ''موضعِ ازار'' قرار دیا ہے، البتہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ [1]

پھر اصل وعید اور گناہ تو اس صورت میں ہے، جبکہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے تک ہو، اور اگر ٹخنوں کی اس ہڈی سے نیچے نہ ہو، جو ہڈی اوپر پنڈلی کی ہڈی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے (جس کی پہچان یہ ہے کہ نیچے صرف پاؤں کے حصہ کو حرکت دینے سے اس ہڈی کو حرکت نہیں ہوتی) تو گناہ لازم نہیں آئے گا، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ کپڑا ٹخنے کی ابھری ہوئی ہڈی سے اوپر ہو، اور ٹخنے کی دونوں طرف کی ابھری ہوئی ہڈیاں کپڑے سے ڈھانپی ہوئی نہ ہوں۔ [2]

اگر کوئی ٹخنوں سے اوپر کپڑا رکھنے کا اہتمام کرتا ہو، اور پھر کسی وقت اتفاقاً ٹخنوں سے نیچے ہو جائے، اور یاد آنے پر اوپر کرلے، یا کسی معقول عذر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے، مثلاً پاؤں میں زخم ہے، اور اس پر مکھی، مچھر وغیرہ بیٹھتا ہے، جس سے بچنے کے لئے وہ اس جگہ کو چھپانے اور محفوظ رکھنے کے لئے کپڑا لٹکائے، تو گناہ نہیں۔

یا اسی طرح کی اور کوئی معقول ضرورت وعذر ہو، تو بھی گناہ نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عذر یا ضرورت معقول اور واقعی درجہ میں ہو۔

مسئلہ نمبر۲...... جو شخص کِبر وعُجب کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکاتا ہے، تو وہ جب تک اس گناہ میں

---

[1] اور سنتِ مؤکدہ کو اگر کبھی کبھار ترک کیا جائے، بالخصوص جبکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو، تو اس میں گناہ لازم نہیں آتا، البتہ بلا عذر اس کی عادت بنائی جائے، تو گناہ لازم آتا ہے۔

ترک السنة قد لا یوجب الإثم، کما أن التثلیث سنة وترکه لا یوجب الإثم .قلت :وینبغی أن یقید بترکه أحیانا، أو بقدر ما ثبت عنه صلی الله علیه وسلم لا مطلقا .وهو الذی اختاره المحقق ابن أمیر حاج تلمیذ ابن الهمام رحمه الله تعالی وصرح بالإثم إذا اعتاد الترک(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج ۱ ص۲۱۷، کتاب الایمان، باب الزکاة من الاسلام)

[2] **(ما أسفل من الکعبین) من الرجل (من الإزار ففی النار) وما موصولة فی محل رفع علی أنها مبتدأ وفی النار الخبر وأسفل خبر مبتدأ محذوف وهو العائد علی الوصول أی ما هو أسفل وحذف العائد لطول الصلة أو المحذوف کان وأسفل نصب خبر لکان ومن الأولی لابتداء الغایة والثانیة لبیان الجنس(ارشاد الساری، ج۸ص۴۱۸، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فهو فی النار)**

فقد جعل النبی صلی الله علیه وسلم الغایة فی لباس الإزار الکعب وتوعد ما تحته بالنار(تفسیر القرطبی، ج۱۹، ص۶۶،تفسیر سورة المدثر)

وأما الکعبان انفسهما فقد قال بعض أصحابنا یجوز إرخاؤه إلی اسفل الکعب وأما المنهی عنه ما نزل عن الکعب(شرح العمدة فی الفقه،لابن تیمیة، ج۴،ص۳۶۷)

مبتلا رہے اتنی دیر تک وہ گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہتا ہے، اور اگر کوئی پورا دن اس گناہ میں مبتلا رہے، تو پورے دن اس گناہ کے وبال کا مستحق رہتا ہے۔

اور جن حضرات کے نزدیک کبر وعُجب کے بغیر بھی یہ عمل گناہ ہے، ان کے نزدیک کبر وعُجب کی نیت کے بغیر بھی گناہ گار رہتا ہے، جبکہ قصداً وعمداً اس عمل کو اختیار کرے، اور کوئی معقول عذر بھی نہ ہو۔

اور آج کل جو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے عادی بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہماری شلوار یا پاجامہ بلا قصد وارادہ نیچے ہوجاتا ہے، اس کے جواب میں اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ ان کا یہ کہنا درست نہیں، بلکہ یہ لوگ ارادتاً ایسا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پاجامہ/شلوار سلواتے وقت پہلے ہی سے بڑی سلواتے ہیں، اور پہنتے وقت پھر ٹخنوں سے نیچے کرکے پہنتے ہیں، اور اگر کسی وقت نماز وغیرہ کے موقع پر اوپر کرنی پڑجائے تو نماز سے فارغ ہوکر اہتمام اور کوشش کے ساتھ اسے نیچے کرتے ہیں۔

اور اگر کسی کو ٹخنوں سے اوپر لباس کرکے دوسرے کے سامنے جانے میں شرم وعار محسوس ہوتی ہو اور اس وجہ سے ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہو، یا زینت کے مقام پر بطور زینت ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے، تو اہلِ علم حضرات کے نزدیک یہ کبر وعجب کی علامت ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... جو شخص کبر وعجب کے طور پر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کا عادی ہو، وہ تو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، جس کی وجہ سے اس پر فسق کا حکم عائد ہوتا ہے، اور اگر کوئی کبر وعجب کے بغیر اس عمل کا مرتکب ہو، اور اس کو کوئی معقول مجبوری بھی نہ ہو، تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک وہ بھی کبیرہ گناہ کا عادی ہونے کی وجہ سے فسق کا مرتکب شمار ہوتا ہے، لیکن اہلِ علم حضرات کے ایک طبقہ کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر کبر وعُجب کی نیت نہ ہو تو اسبالِ ازار یا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ان حضرات کے دلائل بھی وزن رکھتے ہیں، اب اگر کوئی شخص اسبالِ ازار کرتا ہے، اور اس کی طرف سے کبر وعُجب کا مقصود ہونا ظاہر نہیں ہوتا، تو مذکورہ اختلاف کے پیشِ نظر اس پر فسق کا حکم لگانے سے پرہیز کرنے میں احتیاط معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی بچہ چھوٹا اور نابالغ ہے، اور وہ خود سے کپڑا ٹخنوں سے اوپر کرنے کا شعور نہیں رکھتا، اور اس کے والدین یا سرپرست اسے ایسا لباس پہناتے ہیں، جو ٹخنوں سے نیچے لٹکتا ہے (جیسا کہ آج کل چھوٹے بچوں کو ایسا لباس پہنایا جاتا ہے) تو اس صورت میں جو حضرات کبر وعجب کی بنیاد پر ہی

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو گناہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک تو وہ بچہ گناہ گار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کے والدین یا سرپرست یہ عمل کبر وعجب کے طور پر اختیار کریں، تو وہ گناہ گار ہوں گے، اور جو حضرات کبر وعجب کی قید کے بغیر اس عمل کو گناہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں اس کے والدین یا سرپرست گناہ گار شمار ہوں گے، اور اگر خدانخواستہ بچپن کی یہ عادت اس کو بالغ ہونے کے بعد بھی رہی تو جب تک وہ اس گناہ کا عادی رہے گا وہ تو گناہ گار ہوتا ہی رہے گا، اسی کے ساتھ اس کے سرپرست اور والدین بھی گناہ گار ہوتے رہیں گے، جو اس کو عادی بنانے کا سبب بنے ہیں۔

مسئلہ نمبر۵ ...... مرد حضرات کو بطورِ خاص نماز پڑھتے وقت اپنے لباس و کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچنا چاہئے، اور اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھے، تو اگر وہ کبر وعجب کی نیت سے ایسا کرے، تو وہ سخت گناہ گار ہوتا ہے، اور اس کی نماز بھی مکروہ اور غیر مقبول شمار ہوتی ہے، جس کی کراہت کو دور کرنے کے لئے بعض حضرات اس نماز کے اعادہ کا حکم دیتے ہیں، اور جب کبر وعجب کی نیت نہ ہو، تب بھی بعض حضرات یہی حکم لگاتے ہیں، لیکن بعض دیگر حضرات اس صورت میں نماز کے مکروہ ہونے کا حکم نہیں لگاتے۔ [1]

---

[1] وإذا كان الإسبال حراما فإن أهل العلم اختلفوا فى صلاة المسبل.

فبعض أهل العلم يرى أن صلاته تبطل؛ لأن من شرط الساتر أن يكون مباحا ,ساترا طاهرا ,فالمحرم لا يحصل الستر به؛ لأنه ممنوع من لبسه ,والنجس لا يحصل الستر به؛ لأنه يجب اجتناب النجاسة ,والشفاف لا يحصل الستر به كما هو ظاهر.

وقال بعض العلماء :إن صلاة المسبل تصح ,ولكن مع إصراره على ذلك يكون فاسقا ,وإمامته لا تصح عند بعض العلماء ,ولكن إذا وجدته يصلى فادخل معهم ,والإثم عليه ,ولأنت صلاتك صحيحة؛ لأن من صحت صلاته صحت إمامته(مجموع فتاوىٰ ورسائل للعثيمين، ج۱۵ ص ۱۴۱، ۱۴۲، باب صلاة الجماعة، احكام الامامة)

ثم إسبال الثوب خارج الصلاة إن كان لأجل الاختيال يكره -أيضا-، وإن لم يكن للاختيال لا يكره، وكرهه البعض "مطلقا فى الصلاة وغيرها للاختيال وغيرها(شرح ابى داؤد للعينى، ج۳ص ۱۷۰، كتاب الصلاة، باب الاسبال فى الصلاة)

(إن الله تعالى لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره) أى مرخيه إلى أسفل كعبيه أى لا يثيب رجلا على صلاة أرخى فيها إزاره اختيالا وعجبا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۸۲۷)

إذا توضأ المسلم وضوءاً صحيحاً سليماً وكذلك صلى صلاة كاملة فلا يجوز أن يقال :إن وضوءه باطل وصلاته باطلة، إنما تبطل فيما إذا أبطلها، والوضوء لا يبطله إلا الحدث والناقض، والصلاة لا يبطلها إلا ما يبطلها من النواقض والمبطلات.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶ ...... آج کل بعض ناواقف لوگوں نے یہ مشہور کردیا ہے کہ مرد حضرات کونماز کی حالت میں پتلون وغیرہ موڑ کر (یعنی فولڈ کر کے) ٹخنوں سے اوپر کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا نماز پڑھنے کے لیے ایسا نہیں کرنا چاہئے، اس کے نتیجہ میں بعض لوگوں نے ان ناواقف لوگوں کی اتباع میں پتلون وغیرہ ٹخنوں سے اوپر کرنا چھوڑ دیا ہے، اور وہ ٹخنوں سے نیچے پتلون کا کپڑا لٹکا ہوا ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں۔

یہ کم علمی کی بات ہے، کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مرد حضرات کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں بچنا چاہئے، خاص طور پر کبر وعجب کی بنیاد پر ایسا کرنا نماز میں زیادہ شدید گناہ ہے، اور اس گناہ سے بچنے کی اصل صورت اور اصل طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے ہی اس گناہ سے اپنے آپ کو بچایا جائے، اور شروع سے ہی لباس ٹخنوں سے اوپر تک کے ناپ کا تیار کرایا اور حاصل کیا جایا کرے۔

اور اگر کوئی شخص نماز کے علاوہ اس گناہ سے نہیں بچتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز میں بھی وہ اس گناہ میں مبتلا رہا کرے، بلکہ اس کے لئے نماز میں اس گناہ سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تہبند، شلوار وغیرہ کو تو اوپر کھینچ کر ٹخنوں سے اونچا کیا جاسکتا ہے، مگر مروجہ پتلون کو اس طرح اوپر کھینچ کر ٹخنوں سے اونچا کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس کی وضع اور بناوٹ عام طور پر اتنی چست ہوتی ہے کہ اس میں اوپر کھینچنے کی گنجائش نہیں ہوتی، اس لئے گناہ سے بچنے کی آسان صورت تو یہ ہوگی کہ پتلون پہننا ہی چھوڑ دیا جائے، یا ٹخنوں سے اوپر تک کی تیار کرائی جائے۔

لیکن اگر کوئی پتلون کا استعمال نہیں چھوڑتا تو ایسے شخص کو چاہئے کہ کم از کم نماز پڑھنے سے پہلے اسے تبدیل کردے اور اس کے بجائے دوسرا لباس پہن کر نماز پڑھے جس میں یہ گناہ لازم نہ آئے، اور اگر کوئی شخص

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقد ورد فی المسبل فی سنن أبی داود ، ولکن الحدیث فی إسناده مقال، وإن ذکره النووی فی ریاض الصالحین، وفی الحدیث أنه قال له :(ارجع فأعد وضوء ک مرتین، ثم قال :إنه مسبل، وإن الله لا یقبل صلاة مسبل) وهذا الحدیث الذی فی السنن فیه رجل ضعیف، وإن کان یروی حدیثه للاعتبار، وبکل حال فالحدیث لا یقبل بکل حال، وإذا صح فإنما هو زجر عن الإسبال (شرح أخصر المختصرات لابن جبرین، ج۶۴، ص ۶۲، حکم صلاة المسبل و وضوئه)

قلت :جر الإزار وإسبال الثوب فی الصلاة؟قال :إذا لم یرد به الخیلاء فلا بأس به .قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم " :-من جر ثوبه من الخیلاء .قال إسحاق :کما قال(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهویه، ج۹ ص ۴۶۹۱، رقم المسئلة ۳۳۴۹، مسائل شتی)

اس کو پہن کر ہی نماز پڑھتا ہے، تو سرِ دست نماز میں اس سے بچنے کی یہی صورت قابلِ عمل ہوسکتی ہے کہ اس کے نیچے والے سِرے کو موڑ کر اوپر کی طرف (فولڈ) کردیا جائے۔

اور اگرچہ نماز میں اس طرح کپڑے کا الٹا ہونا بھی مکروہ وناپسندیدہ عمل ہے، کیونکہ جو وضع فطری طور پر انسان کسی معزز مجلس میں اختیار کر کے جانا پسند نہ کرتا ہو، مثلاً کپڑا اس طرح الٹا پہن کر یا موڑ کر تو اس وضع میں نماز پڑھنا مکروہ وناپسندیدہ عمل ہے۔

لیکن احادیث وروایات سے واضح ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے سے بالخصوص جبکہ کبر وعجب کے طور پر ہو، وہ نماز اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول نہیں ہوتی، اس لئے یہ عمل پتلون کو فولڈ کرنے کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائجامہ کی جگہ زیادہ تر ازار استعمال کیا جاتا تھا، اور ازار دراصل تہبند کو کہا جاتا ہے، اس لیے کثرت سے احادیث میں ازار کا ذکر ملتا ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ پائجامہ، شلوار، پتلون وغیرہ اور یہاں تک کہ قمیص اور لمبا کُرتہ جو ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو (جیسا کہ آج کل بعض عرب لوگ لمبا کرتہ پہنتے ہیں) اُن سب کا یہی ازار لٹکانے والا حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... بعض علاقوں میں ایک پائجامہ چوڑی دار پہنا جاتا ہے، جس کو عورتیں اور

---

[1] أن التعبير بالثوب يشمل الإزار وغيره وقد جاء التصريح بما اقتضاه ذلك (فتح الباری ج۱۰ ص ۲۶۲، کتاب اللباس، قوله باب من جرثوبه من الخيلاء)

وذكر إسبال الإزار وحده لأنه كان عامة لباسهم وحكم غيره من القميص وغيره حكمه (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۲ ص ۱۱۶، باب بيان غلظ تحريم الاسبال)

فهذا عموم للسراويل، والإزار، والقميص وسائر ما يلبس (المحلیٰ بالآثار لابنِ حزم، ج۲ ص ۳۹۲، کتاب الصلاة)

الازاروالسراويل والجبة ونحوها من كل ملبوس فيه الوعيد (فيض القدير ج۶ ص ۱۴۵، رقم الحديث ۸۶۱۴)

قال الطبری: إنما خص الإزار بالذكر فی حديث أبی هريرة - والله أعلم - لأن أكثر الناس فی عهده عليه السلام كانوا يلبسون الإزار والأردية (شرح صحيح البخاری لابنِ بطال، ج۹ ص ۸۱، کتاب اللباس، باب: من جر ثوبه من الخيلاء)

وكذا الطيلسان والرداء والشملة أی لايختص الازار فقط (بذل المجهود جلد۶ صفحه۵۳)

قال الحافظ كان سبب السوال ان اكثر الطرق جاء ت بلفظ الازار وحاصل جواب محارب ان التعبير بالثوب يشمل الازار وغيره وقد جاء ت تصريح بمقتضاه .... قال الطبری: وانما ورد الخبر بلفظ الازار لان اكثر الناس فی عهدهٖ كانوا يلبسون الازار والاردية فلما لبس الناس القميص والدراريع كان حكمها حكم الازار فی النهی، قال ابن بطال: هٰذا قياس صحيح لو لم يأت النص بالثوب فانه يشمل جميع ذالک (اوجز المسالک جلد۶ صفحه ۲۰۷، باب ماجاء فی اسباب الرجل ثوبه)

Idara Ghufran

بعض مَرد بھی پہنتے ہیں۔

یہ پاجامہ اگر ایسا چُست ہو کہ اس میں اندرونی ستر والے اعضاء کی ساخت اور بناوٹ باہر محسوس ہوتی ہو تو اس کا پہننا منع ہے۔

اس کے علاوہ یہ لباس نیک صالح لوگوں کا شمار نہیں ہوتا، جس سے بچنا بہتر ہے۔

اور اگر یہ چوڑی دار پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا ہوا ہو تو مَرد کے لیے گناہ ہے، خصوصاً کبر وعجب کے طور پر ممانعت مسلّم ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک اس کے بغیر بھی ممنوع ہے، اور اگر ٹخنوں سے اونچا ہو تو یہ عورت کے لیے گناہ ہے۔

البتہ اگر پائجامہ تنگ نہ ہو، اور مرد وعورت کے ستر کو پوری طرح چھپا رہا ہو، اور مذکورہ کوئی گناہ بھی لازم نہ آ رہا ہو، تو پھر جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر9 ...... مرد حضرات کو جن صورتوں میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام وناجائز ہے، یہ حکم عوام کو بھی شامل ہے، اور اہلِ علم حضرات کو بھی شامل ہے، اور اگر کسی جگہ کے علماء اس گناہ کا ارتکاب کریں، تو اس کی وجہ سے یہ گناہ جائز نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] وأما ما نقل عن ابن حجر الهيتمى : أن الإسبال صار الآن شعار العلماء ، وكأنه يريد علماء الحرمين لا غيرهم، قال :(فلا يحرم عليهم بل يباح لهم)، فهو كلام يكاد يضحک منه الحبر والورق، وكأنه يريد إذا صار شعارا لهم لم يبق فيه للخيلاء مجال .ولكنه يقال :وهل يجعل ما نهى عنه رسوله صلى الله عليه وآله وسلم حلالا إذا صار شعارا معتادا لطائفة لا سيما أشرف الطوائف، وهم هداة الناس وقدوتهم وأعيانهم فيصير حلالا وينتفى عنه النهى؟وهل قدوة العلماء والعباد وإمام المبدأ والمعاد، سوى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الذى أرسله معلماً للعباد كل ما يقربهم إلى ربهم ويبعدهم عن معصيته حتى قال بعض الصحابة :لقد علمنا نبينا كل شىء حتى الخراء ة -أى آداب التخلى-فالشعار للعلماء هو شعاره صلى الله عليه وآله وسلم وشعار أصحابه، فهم القدوة لا ما جعله من ارتكب ما نهى عنه شعارا، فإن أول من خالف النهى واتخذه له لباسا قبل أن يسبقه إليه أحد مبتدع قطعا آتيا بما نهى عنه لا تتم فيه هذه المقدرة القبيحة لأنه لم يكن شعاراً إلا من بعده، فمن تبعه تبعه على :الابتداع وارتكاب المنهى عنه، ثم اعتذر لنفسه بأنه مار له شعارا.

وسبحان الله تعالى ما أقبح بالعالم ان يروج فعله لما نهى عنه نهى تحريم أو كراهة شعارا مأذونا فيه، وكان خيرا منه الاعتراف بأنه خطيئة أقل الأحوال مكروهة ومحل ريبة، فإن هذه الأحاديث التى سمعتها من أول الرسالة تثير ريبة إذا لم يحصل التحريم، وقد شرح حديث دع ما يريبک إلى ما لا يريبک، وإذا لم تثر هذه الأحاديث ريبة توجب الترک للمنهى عنه وعدم حِلّهِ حلاً خالصاً فليس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱۰...... احادیث میں ٹخنے ڈھانکنے کا ذکر نہیں آیا، بلکہ کپڑا یا ازار لٹکانے یا گھسیٹنے کا ذکر آیا ہے، اور لٹکانا یا گھسیٹنا اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو اوپر سے نیچے کی طرف کو لٹکی ہوئی ہو، جیسے شلوار، پائجامہ، لنگی، تہبند، پتلون اور لمبا کرتہ وغیرہ کہ یہ سب کپڑے اوپر سے نیچے کی طرف کو لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

رہا موزوں اور جرابوں کا معاملہ تو وہ لٹکی ہوئی نہیں ہوتیں، اسی طرح ٹخنوں سے اوپر تک کے فُل بوٹوں اور اسی طرح فوجی بوٹوں کا بھی معاملہ ہے، اس لیے موزوں، جرابوں اور جوتوں کی وجہ سے اگر ٹخنے ڈھک اور چھپ جائیں تو گناہ نہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر۱۱...... لیٹنے اور سونے کے وقت خصوصاً سردی کے وقت انسان چادر یا رضائی اوڑھ کر اپنے ٹخنوں کو چھپا لیتا ہے، اور اسی طرح بیٹھنے کی حالت میں بعض اوقات کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹک جاتا ہے، تو ان صورتوں میں گناہ نہیں ہوتا، کیونکہ اصل ممانعت کھڑے ہونے اور خصوصاً چلنے کی حالت میں ہے، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عند من سمعها أهلية) لفهم التكاليف الشرعية، كيف وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم في الحديث الذى أخبرت فيه امرأة بإرضاعها امرأة رجل فأمره صلى الله عليه وآله وسلم بفراقها وقال له، كيف وقد قيلوهذا كله منا تنزُّل وإلا مما قدمناه من الأدلة وبيان دلالتها ما ينادى على التحريم أعظم نداء ، والاعتذار بكون النهى للخيلاء عرفت بطلانه وهل أوضح من قول الشارع ما زاد على الكعبين ففى النار دلالة على إطلاق التحريم وشدة الوعيد، وهو كقوله صلى الله عليه وآله وسلم : ويل للعراقيب من النار في حديث الوضوء . ولم يستفصل صلى الله عليه وآله وسلم ابن عمر ولا الذى أمره بإعادة الوضوء ولا غيرهما ممن نهاه :هل كان إسباله للخيلاء أو لغيرها فى حديث واحد، وقد عرفت القاعدة الأصولية وهى :أن ترك الاستفصال فى موضع الاحتمال ينزل منزلة العموم فى المقال.

ولا يروج جواز الإسبال إلا من جعل الشرع تبعا لهواه، وذلك ليس من شأن المؤمن وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم:(والذى نفسى بيده لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به)

ومما يدل على عدم النظر إلى الخيلاء أمره صلى الله عليه وآله وسلم لابن عمر رضى الله عنه، وهل يظن بأن ابن عمر يخبل ذلك للخيلاء -مع شدة تأسيه به صلى الله عليه وآله وسلم -؟ وكيف يتأسى به فى الفضائل ولا يتأسى به صلى الله عليه وآله وسلم فى ترك الحرمات**؟

ما ذاك إلا أنه أرخى إزاره غير عالم بالتحريم قطعاً، وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم) :(إياك والإسبال، فإن الإسبال من المخيلة، ولو جاز لغير المخيلة لما جاز أن يطلق صلى الله عليه وآله وسلم النهى فإن المقام مقام بيان ولا يجوز تأخيره عن وقت الحاجة، وأى حاجة أشد من مقام النهى والله أعلم(استيفاء الأقوال فى تحريم الإسبال على الرجال،لمحمد بن إسماعيل الصنعاني،ص ۴۸ الى ۵۱، تحرير المقال فى الاسبال)

؎۱ (اياك وأسبال الازار)وهو تطويلهٔ وترسيلهٔ نازلاًعن الكعبين الى الارض اذا مشى (بذل المجهود جلد ۶ صفحه ۵۳)

بیٹھنے اور لیٹنے کی حالت میں چادر و رضائی کو اوڑھنا کپڑے کو لٹکانے اور گھسیٹنے کے مفہوم میں شامل نہیں۔[1]

مسئلہ نمبر۱۲...... پہلے زمانے میں تو پتلون (پینٹ) خاص غیر مسلموں کا لباس تھا، اور وہی اس کو استعمال کیا کرتے تھے۔

لیکن آج کل پتلون کا مسلمانوں میں بھی رواج ہو گیا ہے، اور اسی وجہ سے بعض مسلمانوں نے بغیر کسی قید کے پتلون پہننے کو جائز سمجھنا شروع کر دیا ہے، مگر یہ بات درست نہیں۔

کیونکہ اس کے باوجود یہ ہمارے بعض علاقوں کے عرف میں غیر مسلموں یا کم از کم غیر دینداروں کا لباس سمجھا جاتا ہے۔

اور اگر پتلون اتنی چست ہو کہ اس سے اعضائے مستورہ کی ساخت اور بناوٹ نمایاں ہوتی ہو (جیسا کہ آجکل ایسی پتلون کا ہی کثرت سے رواج ہے) تو یہ ویسے بھی ممنوع ہے۔

اس کے علاوہ عموماً پتلون اتنی نیچی پہنی جاتی ہے کہ ٹخنے اس کے کپڑے میں چھپ جاتے ہیں، جو کہ گناہ ہے، بطور خاص جبکہ کبر و عجب مقصود ہو۔

اگر کسی ضرورت و مجبوری کی وجہ سے اتفاقاً پتلون پہننی پڑ جائے، تو اس وقت بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اتنی ڈھیلی ہو کہ اعضاء نمایاں نہ ہوں، اور صرف ضرورت و مجبوری کی حد تک اس کو استعمال کیا جائے اور اس کو پہن کر فخر بھی محسوس نہ کیا جائے، نیز اگر مجبوری نہ ہو، تو ٹخنوں سے اونچی رکھی جائے۔[2]

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر کوئی شخص کبر و عجب کے طور پر اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہیں لٹکاتا، بلکہ عام حالات

---

[1] وإطالة الذيل عند الشافعي مكروهة، سواء كانت فى الصلاة أو غيرها، ومالك يجوزها فى الصلاة، ولا يجوزها فى المشي؛ لظهور الخيلاء فيه، وليس كذلك فى الصلاة(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۳ص ۹۶۵، كتاب الصلاة، باب الستر)

[2] أما لو كان غليظا لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيا فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر .اهـ .قال ط :وانظر هل يحرم النظر إلى ذلك المتشكل مطلقا أو حيث وجدت الشهوة؟ .اهـ .قلت :سنتكلم على ذلك فى كتاب الحظر، والذى يظهر من كلامهم هناك هو الأول (ردالمحتار، ج ۱ ص ۴۱۰، كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة، مطلب فى ستر العورة)

وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها فليتأمل(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۶۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس)

وكذالك اللباس الرقيق او اللاصق بالجسم الذى يحكى للناظر شكل حصة من الجسم الذى يجب ستره، فهو فى حكم ماسبق فى الحرمة وعدم الجواز(تكمله فتح المهلم ، جلد ۴صفحه ۸۸،كتاب اللباس والزينة)

میں ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا اہتمام کرتا ہے، البتہ کسی جگہ جائز کام کی ملازمت کے دوران اس کو ایسا لباس پہننے کی پابندی ہے کہ جو اس کے ٹخنوں سے نیچے تک لٹکتا ہے، جیسا کہ آج کل کی مروجہ پتلون کی حالت ہوتی ہے، اور اس کو ٹخنوں سے اوپر کرنے کی بھی اجازت نہیں، تو امید ہے کہ ایسے شخص کو بقدرِ ضرورت ٹخنے ڈھانکنے میں گناہ نہ ہوگا، بشرطیکہ اپنے دل کو عجب و کبر سے محفوظ رکھے، اور اس عمل کو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اختیار کرے، ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔

اور بعض حضرات کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ایسی مجبوری کی صورت میں بھی ٹخنوں سے نیچے تک لباس پہننا جائز نہیں، اور ایسی ملازمت کرنا بھی جائز نہیں۔

مگر ہمارے نزدیک پہلا قول راجح ہے، لہٰذا ہمارے نزدیک بوقتِ مجبوری وضرورت مذکورہ شرائط کی پابندی کرتے ہوئے گنجائش پائی جاتی ہے، جس پر نکیر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، چہ جائیکہ ایسے شخص کی تنخواہ کو حرام قرار دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... آج کل بعض لوگ بارش وبرسات یا شدید سردی وغیرہ سے حفاظت کے لئے ایسا لباس پہن لیتے ہیں کہ جو ٹخنوں سے نیچے تک ہوتا ہے، جیسا کہ موٹر سائیکل پر سوار ہوتے وقت، یا بارش وکیچڑ میں چلتے وقت، تو یہ صورت بھی ضرورت میں داخل ہے، اور گناہ نہیں، جبکہ اپنے دل کو عجب و کبر سے محفوظ رکھے، اور اس عمل کو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اختیار کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر کوئی تہبند یا پاجامہ یا جبہ وغیرہ اس طرح پہنے کہ اس کے اگلے والا حصہ تو ٹخنوں سے نیچا ہو، مگر پیچھے والا حصہ ٹخنوں سے اوپر ہو، تو یہ جائز ہے، جیسا کہ آج کل بعض دیہاتی لوگ اسی طرح سے تہبند باندھتے ہیں کہ آگے والا حصہ نیچا ہوتا ہے، جو آگے قدموں کی پشت پر لگتا ہے، اور پیچھے والا حصہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا ہے، اسی طرح بعض پاجامے اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان کا اگلا حصہ پاؤں کے قدموں کی پشت تک پہنچ جاتا ہے، لیکن پچھلا حصہ ایڑیوں سے اونچا ہوتا ہے، جیسا کہ علیگڑھی پاجامہ میں اس طرح کا امکان زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ پیچھے سے اوپر کی طرف کو اٹھا ہوا ہوتا ہے، اور اسی طرح بعض جبے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اگلا حصہ نیچے جھکا ہوا ہوتا ہے، اور پیچھے والا حصہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا ہے۔

اس طرح تہبند باندھنا یا اس طرح کا پاجامہ یا جبہ پہننا شرعاً جائز ہے۔ [1]

---

[1] عن محمد بن أبي يحيى، قال :حدثني عكرمة أنه رأى ابن عباس يأتزر فيضع حاشية إزاره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر کوئی شخص غیر مسلموں سے جنگ وجہاد کے موقع پر ان کے سامنے بڑائی جتلانے اوران پر رعب قائم کرنے کے لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے، تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۷...... ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت مَرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں، اور عورتوں کے حق میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا (شلوار وغیرہ) لٹکانا گناہ میں داخل نہیں؛ بلکہ عبادت میں داخل ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من مقدمه على ظهر قدمه، ويرفع من مؤخره، قلت :لم تأتزر هذه الإزرة؟ قال :رأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يأتزرها(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۴۰۹۶)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية ابى داؤد)

[۱] عن جابر بن عتيک، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :إن من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله، وإن من الخيلاء ما يحب الله، ومنها ما يبغض الله، وأما الغيرة التى يحب الله فالغيرة التى فى الريبة، وأما الغيرة التى يبغض الله فالغيرة فى غير الريبة، وأما الخيلاء التى يحب الله فاختيال الرجل بنفسه عند القتال، واختياله عند الصدقة، والخيلاء التى يبغض الله فاختيال الرجل فى الفخر والبغى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۵۲)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

قال ابن إسحاق :فحدثنى جعفر بن عبد الله بن أسلم مولى عمر بن الخطاب، عن معاوية بن معبد بن كعب بن مالک :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حين رأى أبا دجانة يتبختر : إنها لمشية يبغضها الله إلا فى مثل هذا الموطن(دلائل النبوة للبيهقى، ج۳ص۲۳۳، ۲۳۴،باب تحريض النبى صلى الله عليه وسلم أصحابه على القتال يوم أحد وثبوت من عصمه الله عز وجل)

وقد استثنى العلماء من الفخر المذموم الفخر والخيلاء فى الحرب، ونصوا على استحباب الفخر والخيلاء فى الحرب لإرهاب العدو. وكان أبو دجانة رضى الله تعالى عنه يتبختر فى الحرب، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :إن هذه لمشية يبغضها الله إلا فى هذا الموطن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲ص۵۹، مادة"فخر")

وقد جاء ت فى ذلک كله أحاديث صحيحة فى الرخصة فيه، وكذلک إن كان جره خيلاء على الكفار أو فى الحرب؛ لأن فيه إعزازاً للإسلام وظهوره فى استحقار عدوه وغيظه، بخلاف الأول الذى إنما فيه استحقارُ المسلمين وغيظهم والاستعلاء عليهم، وفى ذلک أيضاً أثر صحيح، وإن كان قد روى عن ابن عمر كراهة ذلک على كل حال (شرح صحيح مسلم للقاضى عياض المسمى إكمال المعلم بفوائد مسلم، ج۶، ص۵۹۸و۵۹۹،باب تحريم جر الثوب خيلاء وبيان حد ما يجوز إرخاؤه إليه، وما يستحب)

[۲] وأجمع العلماء على جواز الإسبال للنساء وقد صح عن النبى صلى الله عليه وسلم الإذن لهن فى إرخاء ذيولهن ذراعا والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۴ ص۶۲، باب تحريم جر الثوب خيلاء)

مگرافسوس کہ آج کل خواتین نے تو شلوار ٹخنوں سے اونچی کرنا شروع کردی ہے، اور مَرد حضرات نے ٹخنوں سے نیچے کرنا شروع کردی ہے۔

اسی حالت کا نقشہ ایک اللہ والے نے یوں کھینچا ہے۔

لاحولَ ولاقوۃ کیا اُلٹا زمانہ ہے — عورت تو ہے مردانی اور مرد زنانہ ہے

مسئلہ نمبر۱۸...... بعض فقہائے کرام کے نزدیک خواتین کے ٹخنوں سے نیچے قدموں کا حصہ ''عورت یعنی ستر و پردہ'' میں داخل ہے، لیکن حنفیہ کی اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک ''عورت یعنی ستر'' نہ ہونا معتمد ہے، شافعیہ میں سے مزنی اور حنابلہ میں سے علامہ ابنِ تیمیہ کی بھی یہی رائے ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے ٹخنوں سے نیچے کے قدم والا حصہ کپڑے وغیرہ میں چھپا ہوا نہ ہو (جیسا کہ آج کل عموماً خواتین کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے) تو ان حضرات کے نزدیک نماز درست ہوجاتی ہے۔ [1]

---

[1] أما ظاهر القدمين وباطنهما فليسا من العورة على المعتمد، وقيل هما عورة خارج الصلاة(فقه العبادات على المذهب الحنفى للحاجة نجاح حلبى، ص۷۷، كتاب الصلاة، الباب الثالث ، الفصل الاول)

وفى القدمين اختلاف المشايخ واختلاف الروايات عن أصحابنا رحمهم الله، وكان الفقيه أبو جعفر يتردد فى هذا فيقول مرة؛ إن قدميها عورة، ويقول مرة :إن قدميها ليس بعورة، فمن يجعلها عورة يقول يلزمها سترها ومن لا يجعلها عورة يقول :لا يلزمها سترها، والأصح أنه ليس بعورة، وهى مسألة كتاب الاستحسان آنفا(المحيط البرهانى، ج ۱ ص ۲۷۹، كتاب الصلاة، الفصل الرابع)

وأما النظر إلى القدمين هل يحرم ذكر فى كتاب الاستحسان هى عورة فى حق النظر وليس بعورة فى حق الصلاة وكذا ذكر فى الزيادات إشارة إلى أنها ليست بعورة فى حق الصلاة،

وذكر ابن شجاع عن الحسن عن أبى حنيفة أنها ليست بعورة فى حق النظر كالوجه والكفين(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج۳ص ۳۳۴، كتاب الاستحسان)

(وهو الأصح) ش :أى كون القدم ليست بعورة هو الأصح .وفى "شرح الأقطع :"والصحيح أنها عورة بظاهر الخبر .وقال المرغينانى والأسبيجابى فى "شرح مختصر الطحاوى :"وقدماها فيها عورة .قال الأسبيجابى :فى حق النظر .والطحاوى لم يجعلها عورة فى حق الصلاة.

وقال الكرخى :ليست بعورة فى حق النظر .وقيل لا تكون عورة فى حق الصلاة أيضا.

وفى "المفيد "فى القدمين اختلاف المشايخ .وقال الثورى -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -والمزنى :القدمان ليستا من العورة .وقال الثورى فى قول عند الخراسانيين :وقيل وجهه أن باطن قدميها ليست بعورة(البناية شرح الهداية، ۲ص ۱۲۶ ، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التى تتقدمها)

وأما القدمان فهما عورة عند المالكية والشافعية غير المزنى، وهو المذهب عند الحنابلة، وهو رأى بعض الحنفية. والمعتمد عند الحنفية أنهما ليستا بعورة، وهو رأى المزنى من الشافعية، والشيخ تقى الدين ابن تيمية من الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۸۲،ماده،أنوثة)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱۹...... مرد کے ستر کا حصہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اوراس کا عام حالات میں بھی پردہ ہے اوراس کی خلاف ورزی گناہ ہے، لہٰذا آج کل جو بعض نوجوان اور بڑی عمر کے لوگ گھٹنوں سے اونچا لباس (مثلاً نیکر یاہاف پتلون) پہن کر کھلے عام پھرتے ہیں، اوران کے گھٹنوں سے اوپر تک کا حصہ نظر آتا ہے، وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر۲۰...... جن اہلِ علم حضرات کے نزدیک ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا لباس پہننا مطلقاً گناہ ہے، ان کے نزدیک اگر کپڑا سینے والے کو معلوم ہو کہ وہ جو لباس سی رہا ہے، وہ پہننے والا ٹخنوں سے نیچا کر کے پہنے گا، تو اتنا لمبا لباس سینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ ؎۲

؎۱ عورة الرجل بالنسبة إلى رجل آخر -سواء كان قريبا له أو أجنبيا عنه -هي ما بين سرته إلى ركبته عند الحنفية ، ويستدلون بما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :ما تحت السرة عورة والسرة عندهم ليست بعورة استدلالا بما روى أن الحسن بن على رضى الله عنهما أبدى سرته فقبلها أبو هريرة رضى الله عنه، ولكن الركبة عورة عندهم ، بدليل ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :الركبة من العورة. وما جاز نظره من الرجل بالنسبة للرجل جاز لمسه .

والشافعية والحنابلة فى المذهب يرون أن الركبة والسرة ليستا من العورة فى الرجل، وإنما العورة ما بينهما فقط .

لما روى عن أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما فوق الركبتين من العورة، وما أسفل السرة وفوق الركبتين من العورة .

والرواية الأخرى عند الحنابلة أنها الفرجان استدلالا بما روى أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم حسر يوم خيبر الإزار عن فخذه حتى أنى لأنظر إلى بياض فخذه عليه الصلاة والسلام.

وجواز نظر الرجل من الرجل إلى ما هو غير عورة منه مشروط بعدم وجود الشهوة وإلا حرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۵۰،مادة "عورة")

؎۲ چنانچہ اصلاح الرسوم میں ہے کہ:

یادرہے کہ درزی کو بھی ایسا کپڑا سینا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کی اعانت گناہ ہے، صاف انکار کردینا چاہئے، کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے(اصلاح الرسوم، پہلا باب، فصل ہشتم، صفحہ۴۲)

اور مجموع فتاویٰ ورسائل میں ہے کہ:

وسئل فضيلة الشيخ :هل يجوز للخياط أن يفصل للرجال ثيابا تنزل عن الكعبين؟

فأجاب بقوله :لا يحل لصاحب محل الخياطة أن يفصل للرجال ثيابا تنزل عن الكعبين، لأن إسبال الثياب عن الكعبين من كبائر الذنوب

فقد صح عن النبى صلى الله عليه وسلم :(أن ما أسفل من الكعبين من الإزار ففى النار.

وهذا وعيد وتحذير، وكل ذنب فيه وعيد فإنه من الكبائر، ومن فصل للرجال ثيابا تنزل عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن جو حضرات گناہ کو کبر و عجب کے قصد و ارادہ کے ساتھ خاص کرتے ہیں، ان کے نزدیک لباس سینے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... بعض لوگوں کے سامنے جب ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے عمل کا گناہ ہونا بیان کیا جاتا ہے، تو اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر یہ عمل گناہ ہے تو اس کا گناہ ہونا قرآن مجید سے دکھلانا چاہئے، اور اگر اس کا گناہ ہونا قرآن مجید سے نہ ثابت کیا جا سکے تو پھر ہم اس عمل کا گناہ ہونا تسلیم نہیں کریں گے۔

حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی تعمیل ضروری ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کی تعمیل بھی ضروری ہے، اور یہ بات خود قرآن مجید ہی سے ثابت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورة الحشر، رقم الآية ۷)

ترجمہ: جس چیز کا تم کو اللہ کا رسول حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ (سورہ حشر)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحیح و صریح احادیث میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے بطور خاص کبر و عجب کے طور پر لٹکانے کو مَردوں کے حق میں گناہ قرار دیا ہے، اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، لہٰذا قرآن مجید کے مذکورہ فرمان کے پیشِ نظر اس کا گناہ ہونا اصولی انداز میں قرآن مجید سے بھی ثابت ہوا۔

اور احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

سن لو! اور آگاہ ہو جاؤ! کہ مجھے اللہ کی طرف سے (ہدایت کے لئے) قرآن مجید بھی عطا ہوا ہے، اور اس کے جیسا اور بھی (یعنی احادیثِ مبارکہ)

سن لو! عنقریب کچھ پیٹ بھرے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے شاندار تخت (اور عمدہ نشست

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الكعبين فقد شاركهم فى هذه الكبيرة وله منها نصيب من ذلك، قال تعالى :(وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الأثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج۱۲، ص ۳۱۱، رقم السؤال ۲۲۵)

[1] اور لمبا لباس سینے کے بعد اس کا جائز استعمال بھی ممکن ہے، مثلاً کوئی اس لباس کو ٹخنوں سے اوپر کر کے پہنا کرے، البتہ کسی ضرورت کے وقت نیچے کر لیا کرے، اس لئے بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں لباس سینے والا گناہ گار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

گاہوں) پر(آرام سے) بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہیں گے کہ بس قرآن ہی کو لے لو،اس میں جس چیز کا حلال ہونا آیا ہے اس کو حلال سمجھو اور جس کا حرام ہونا آیا ہے اس کو حرام سمجھو(اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کو حلال وحرام نہ سمجھو) حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ بھی ان ہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے(ابوداؤد، دارمی، ابنِ ماجہ، مسند احمد) [1]

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو اس حال میں پاؤں (یعنی اس کا یہ حال ہو) کہ وہ اپنی شاندار نشست پر ٹیک لگا کر(تکبر کے انداز میں) بیٹھا ہو اور اس کو میری کوئی حدیث پہنچے، جس میں میں نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو تو وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اسی حکم کو

---

[1] عن المقدام بن معدى كرب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :ألا إنى أوتيت الكتاب، ومثله معه ألا يوشک رجل شبعان على أريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، ألا لا يحل لكم لحم الحمار الأهلى، ولا كل ذى ناب من السبع، ولا لقطة معاهد، إلا أن يستغنى عنها صاحبها، ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۴۶۰۴،كتاب السنة، باب فى لزوم السنة،واللفظ لهٗ،سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۱۲،سنن الدارمى، رقم الحديث ۶۰۶)

عن المقدام بن معدى كرب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ألا هل عسى رجل يبلغه الحديث عنى وهو متكء على أريكته، فيقول :بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه حلالا استحللناه .وما وجدنا فيه حراما حرمناه، وإن ما حرم رسول الله كما حرم الله (سنن الترمذى،رقم الحديث ۲۶۶۴)

قال الترمذى:هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه.

حدثنى الحسن بن جابر، قال :سمعت المقدام بن معدى كرب، يقول :حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر أشياء ، ثم قال " :يوشک أحدكم أن يكذبنى وهو متكء على أريكته يحدث بحديثى، فيقول :بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه من حلال استحللناه، وما وجدنا فيه من حرام حرمناه، ألا وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۹۴)

فى حاشية مسند احمد:حديث صحيح.

مانیں گے جو ہم کو قرآن میں ملے گا(ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد) [1]

اور ایک روایت میں اسی طرح کا واقعہ آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَتْ فَقَالَتْ: إِنَّهٗ بَلَغَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِيْ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّيْ أَرٰى أَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهٗ، قَالَ: فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُهَا (بخاری) [2]

ترجمہ: اللہ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، جو بدن کو گودتی ہیں (یعنی جسم کی کھال میں رنگ بھروا کر لکھائی کرتی ہیں) اور جو عورتیں جسم گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں حسن

---

[1] عن عبيد الله بن أبي رافع، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا ندري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه(سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ٤٦٠٥، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة،واللفظ لهٗ،سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٦٦٣،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٣، مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٨٧٦)

قال الترمذی:هذا حديث حسن وروى بعضهم هذا الحديث عن سفيان، عن ابن المنكدر، عن النبی صلى الله عليه وسلم مرسلا .وعن سالم أبی النضر، عن عبيد الله بن أبی رافع، عن أبيه، عن النبی صلى الله عليه وسلم " .وكان ابن عيينة إذا روى هذا الحديث على الانفراد بين حديث محمد بن المنكدر من حديث سالم أبی النضر، وإذا جمعهما روى هكذا، وأبو رافع مولى النبی صلى الله عليه وسلم اسمه :أسلم "

فی حاشية مسند احمد:إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] رقم الحديث ٤٨٨٦، كتاب تفسير القرآن، باب وما آتاكم الرسول فخذوه.

کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں، بنی اسد کی ایک عورت کو، جس کو امِ یعقوب کہا جاتا تھا، یہ خبر ملی تو وہ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس) آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس اس طرح لعنت کی ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتابُ اللہ میں بھی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں نے قرآن کو پڑھ لیا ہے جو دولوحوں کے درمیان ہے (یعنی پورا قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہیں پایا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو (صحیح معنیٰ میں قرآن کو) پڑھتی تو ضرور اس میں (اس لعنت کا ذکر) پاتی، کیا تو نے (سورہ حشر کی) یہ آیت نہیں پڑھی کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، اس کو لے لو اور جس سے روکے، اس سے باز آ جاؤ، اس نے کہا کہ جی ہاں! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے، اس عورت نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمہارے اہلِ خانہ بھی ایسا کرتے ہیں، انہوں نے کہا جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو کچھ نہ پایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ (اہلیہ) ایسا کرتی تو میں اس کے ساتھ ہمبستر نہ ہوتا (بخاری)

لہٰذا یہ اعتراض کہ جو بات قرآن میں نہ ہو اگرچہ صحیح احادیث میں موجود ہو، اس پر عمل واجب نہیں، سخت خطرناک بات ہے، جس سے توبہ کرنی چاہئے۔ [1]

---

[1] وهذا الحديث صحيح ثابت لا مطعن فيه، لا من جهة النقل والرواية، ولا من جهة العقل والدراية.أما النقل والرواية فالحديث صحيح رواه الأئمة أبو داود، والترمذى، وابن ماجة، والدارمى فى سننهم.وأما العقل والدراية :فإن بناء الفعل للمجهول "أوتيت "يدل على أن الله تعالى أعطى لرسوله صلى الله عليه وسلم القرآن ومثله معه .فما هو المماثل للقرآن الذى تلقاه الرسول صلى الله عليه وسلم عن ربه؟ لا يمكن أن يكون هذا المماثل شيئاً غير السنة الشريفة؛ لأن الرسول صلى الله عليه وسلم جاء نا بهذين الأصلين معاً القرآن والسنة -ولم يأتنا بشىء غيرهما -علماً بأن الحديث القدسى مندرج فى السنة الشريفة .وقد دل على هذا الفهم القرآن الكريم، مما سبق ذكره من الآيات الكريمات الدالة على حجية السنة .ودل على ذلك الفهم أيضاً الأحاديث المتكاثرة التى تؤيد هذا المعنى (كتابات أعداء الإسلام ومناقشتها للشربينى،المبحث الثالث :أدلة حجية السنة النبوية المطهرة،المطلب الثالث :من أدلة حجية السنة، السنة النبوية نفسها)

مسئلہ نمبر۲۲......بعض لوگ اس موقع پر اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا متکبرین کا طریقہ اور شعار تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، لہٰذا یہ ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خاص وجہ سے تھی، اور اب یہ ممانعت نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گناہ کو بیان کرتے وقت یہ تفصیل بھی خود ہی بیان فرمادیتے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی کوئی قید لگائے بغیر اس کا گناہ ہونا اور اس پر وعید کا تذکرہ فرمایا، اور کسی زمانے یا علاقے کی کوئی قید نہیں لگائی۔

لہٰذا اپنی طرف سے شریعت کے حکم میں ایسی تاویل کرنا مناسب طرزِ عمل نہیں۔

مسئلہ نمبر۲۳......بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچا لباس کرنا اگر گناہ ہے، خواہ کبر وعجب کے طور پر ہو یا بغیر کبر وعجب کے ہو، تو اس میں دنیا بھر کے بے شمار لوگ مبتلا ہیں، اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عمل میں جو لوگ مبتلا ہیں اس کی دلیل انہی کے ذمہ ہے، ان کے عمل کی دلیل ہمارے ذمہ نہیں، ہم نے تو اس عمل کا گناہ ہونا احادیث سے واضح کردیا۔

دوسرے یہ ضروری نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کوئی گناہ کرے تو وہ اس کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو، کتنے گناہ معاشرے میں ایسے پھیلے ہوئے ہیں جن کو لوگ گناہ سمجھ کر کرتے ہیں شریعت کا قاعدہ ہے کہ کسی گناہ کے عام ہوجانے سے وہ کام حلال اور جائز نہیں ہوا کرتا۔

اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ لوگ اس کو گناہ نہیں سمجھتے تو یاد رکھیے کہ کسی کے گناہ نہ سمجھنے سے ناجائز کام جائز نہیں ہوجایا کرتا، جس طرح کہ اس کے برعکس کسی جائز کام کو ناجائز سمجھنے سے وہ کام ناجائز نہیں ہوجایا کرتا، جیسا کہ بہت سے لوگ غیبت کو جائز کام کی طرح عادت بنا کر کرتے ہیں، حالانکہ اس کے باوجود غیبت گناہ اور ناجائز کام ہے۔

مسئلہ نمبر۲۴......بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہا کرتے ہیں کہ کیا سارا دین ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ کرنے میں ہی رکھا ہوا ہے کہ اس پر اتنا زور دیا جائے؛ آخر دین کے اور بھی تو احکام ہیں، ان پر عمل پیرا ہوکر بھی تو جنت کا مستحق ہوا جاسکتا ہے؟

یہ اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں، کیونکہ ٹخنوں سے اوپر کپڑا رکھنے میں اگرچہ پورا دین نہ ہومگر دین میں

تو اس کا حکم ہے، جیسا کہ دین کے دوسرے الگ الگ احکام کا بھی یہی درجہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک میں پورا دین نہ ہو، لیکن وہ سارے احکام تو دین ہی کے ہیں، اور شریعت کا ہر حکم دین کا حصہ ہے، جن کے مجموعے سے ہی دین وجود پاتا ہے، اگر دین کے ہر ہر حکم کے بارے میں یہی کہا جائے کہ کیا اس میں ہی سارا دین ہے تو پھر دین کن چیزوں کا نام ہوگا؟ اور جب احادیث میں اس گناہ میں مبتلا ہونے والے کے لیے وعید آ چکی ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے نیک اعمال کرے مگر اس گناہ سے نہ بچے تو اس کا عذاب سے بچنا مشکل ہے۔ پھر شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو گناہ جتنی زیادہ مقدار میں ہو اس پر تنبیہ بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہئے، خاص طور پر جو گناہ کہ کھلم کھلا اور عمومی انداز میں ہو، کیونکہ اس طرح کے گناہوں کے نتیجہ میں آنے والا وبال اور عذاب نعوذ باللہ دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس گناہ کا مسلمانوں میں عام ہونا اور کھلم کھلا اس کا ارتکاب کیا جانا، سب کو معلوم ہے، لہٰذا اس گناہ سے بچانے کا اہتمام کرنے اور اس پر زور دینے کی بھی زیادہ ضرورت ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵...... بعض لوگ اس گناہ کو اپنے لئے جائز کرنے کے لئے حیلہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہا کرتے ہیں کہ اصل چیز تو باطن کی درستگی ہے، باطن کی درستگی ہونی چاہئے اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا ظاہر کا عمل ہے، لہٰذا باطن درست ہونے کی صورت میں اس گناہ سے کوئی نقصان نہیں۔

مگر یہ حیلہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چلنے والا نہیں۔ کیونکہ اوّلاً تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطن کی درستگی کا حکم ہے، اسی طرح سے ظاہر کی درستگی کا حکم بھی ہے، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کو پورا کرنا ضروری ہے تو دوسرے حکم کو پورا کرنا کیوں ضروری نہیں؟

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے عمل کو باطن کے فساد اور بگاڑ کی بھی علامت قرار دے دیا ہے، چنانچہ کئی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو تکبر کے قائم مقام قرار دیا ہے (وہ احادیث پہلے ذکر کی جا چکی ہیں) اور تکبر باطن کا بہت بڑا اور بُرا عمل ہے۔

لہٰذا اس گناہ کا تعلق صرف ظاہر سے ہی نہیں بلکہ باطن سے بھی ہے، اور اس گناہ میں مبتلا شخص کے باطن کو درست سمجھنا بھی غلط ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اونچی رکھنے میں مسلمانوں کی طرف سے کافروں کو بدظنی ہوتی ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اتنے کنجوس اور بخیل ہیں کہ انہیں تین انچ کپڑا بھی

نصیب نہیں ہوتا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی سوچ اسلام سے میل نہیں کھاتی، کیونکہ اسلام میں تو خود کافروں کی مخالفت کا پہلے سے حکم موجود ہے، اور شریعت کے کسی بھی حکم پر عمل کرنے کے لئے کافروں کو مطمئن کرنے کی شریعت نے ضرورت نہیں سمجھی، ورنہ تو غیر مسلموں کو اسلام کی بہت سی چیزوں پر اعتراض ہے، کیا ان کے اعتراض کی وجہ سے اسلام کے ان سب احکام کو چھوڑا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں، اور مسلمان کی اصل عزت وذلت کا دارومدار تو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر چلنے اور نہ چلنے میں ہے، غیر مسلموں کی نظروں میں اپنی عزت وذلت کا متلاشی ہونا ایمان واسلام کا تقاضا نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ کرنے سے انسان کا حلیہ بگڑ جاتا ہے، اس لئے ہم اپنا حلیہ درست کرنے کے لئے شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں۔

یہ سوچ بھی سراسر جہالت وحماقت پر مبنی ہے، کیونکہ اصل فطرت کے مطابق مَردوں کو ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں ان کا حلیہ بگڑتا نہیں ہے، بلکہ درست اور صحیح ہو جاتا ہے، کیونکہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں وہ فطرت کے مطابق حقیقی حسن وجمال پر مبنی ہیں، البتہ اگر کسی کی فطرت میں سلامتی نہ رہے بلکہ اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کو فطری وحقیقی حسن وجمال والی چیزیں غیر فطری اور بدنما محسوس ہونے لگتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۸...... بعض لوگ اعتراضاً کہا کرتے ہیں کہ آج کل کیونکہ عورتوں نے اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر کرنا شروع کر دی ہے، اور مَرد حضرات کو عورتوں سے مخالفت اختیار کرنے کا حکم اور ان کی مشابہت کرنا منع ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مَرد حضرات آج کے دور میں ٹخنوں سے نیچے شلوار پہنیں، تاکہ خواتین کی مخالفت ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں معاملہ برعکس ہے، وہ اس طرح سے کہ شریعت کی طرف سے مَردوں کو تو اپنا لباس ٹخنوں سے اوپر کرنے کا حکم ہے، اور عورتوں کو یہ حکم نہیں ہے، بلکہ انہیں تو اپنے ٹخنوں کے پردہ کا حکم ہے، اب جو فریق بھی شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہوئے دوسرے فریق والے عمل کو اختیار کرے گا، اصل تشبہ یا مشابہت کا گناہ اس کو ہوگا، نہ یہ کہ اُس کے عمل کی وجہ سے دوسرے فریق کو اپنے متعلقہ حکم کی بجا آوری منع ہو جائے گی، لہٰذا خواتین اگر اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے لگی ہیں تو اس

کی وجہ سے وہ خود گناہ گار ہیں، اور اس صورت میں بھی خواتین کو اس گناہ سے بچنے کا حکم ہے، اور مَردوں کے لئے شریعت کا ٹخنوں سے اوپر کپڑا رکھنے کا حکم اب بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔

اور اگر خواتین اور مرد دونوں فریق شریعت کے اس حکم کو توڑتے ہیں جو ان میں سے ہر ایک پر عائد ہوا ہے، تو دونوں فریق گناہ گار ہیں، اور ایک کے گناہ گار ہونے سے دوسرے فریق کا گناہ سے بَری الذمہ ہونا لازم نہیں آتا۔

مسئلہ نمبر ۲۹......بعض لوگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت کی اصل وجہ اسراف اور فضول خرچی کا ہونا ہے، جو کہ کم آمدنی والوں کے لئے ہے، اور اگر کسی کو اللہ نے مالی وُسعت دی ہو، تو پھر اسے لمبا کپڑا پہننا منع نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّلاً تو فضول خرچی کی علت بیان کرتے ہوئے اس کا گناہ ہونا بیان نہیں فرمایا۔ لہٰذا اس گناہ کی علت اور اصل وجہ اسراف وفضول خرچی کو قرار دینا درست نہ ہوا۔ دوسرے فضول خرچی کا گناہ اس میں اب بھی شامل ہوسکتا ہے، اور فضول خرچی جس طرح غریبوں کے لیے ناجائز ہے، اسی طرح امیروں کے لیے بھی ناجائز ہے، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۱۹/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۶ھ 09/ اپریل/ 2015ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:41) مفتی محمد امجد حسین

جنت والے اور دوزخ والے کیا برابر ہیں؟

(۱)...... وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ .لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ.(سورة الحشر آیت 19تا20)

ترجمہ:تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو (بدلے میں) اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بھلا دیا، یہی نافرمان لوگ ہیں۔جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں (بلکہ) جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں۔

خدافراموشی کی سزاخودفراموشی

محققین اہلِ علم نے غالباً اسی آیت سے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ عمل وردِعمل کے قانونِ قدرت کے تحت خدافراموشی کے طرزِعمل کا ردِّعمل خودفراموشی ہے۔

حسی ومعنوی دونوں دائروں میں عمل اور ردِّعمل کا قانون جس طرح ایک فطری اصول اور کائناتی وآفاقی امر ہے، جو دونوں دائروں میں اپنے گوناگوں نظائر ومظاہر سے اہل نظر واہل فہم پر بالکل واضح اور ظاہر وباہر ہے اور حسی و مادی مظاہر کائنات میں جدید اہل سائنس نے تو سائنسی نظریات میں بھی اور ایجادات و اکتشافات میں بھی اس اصول کو ایک فارمولے کی حیثیت سے خوب برتا ہے۔

عمل وردِّعمل کے اس فطری قانون کا ایک اہم ترین فرد اور جزء یہ بھی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے کہ خدافراموشی کے عمل وطرزِعمل کی سزا اور ردِّعمل قدرت خودفراموشی کی صورت میں جاری کرتی ہے، پنجابی میں جس کو کہتے ہیں ”رَب رُسّے تے مت کھسّے“ گویا کہ وہ یہی صورتحال ہے۔

قرآن اس موقع پر اہل ایمان کو متنبہ کرتا اور وارننگ دیتا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اس قانون کی زد میں آئے، خدافراموشی میں مبتلا ہو کر خودفراموشی کا شکار ہوئے، یہ فاسق و بدعمل اور نافرمان لوگ ہیں۔فاسق کہہ کر ان کی پوری شناخت و پہچان کرادی۔اللہ کے باغی ونافرمان، تمام انسانی گروہ اس میں

داخل وشامل ہیں۔ [1]

قرآن مجید نے گذشتہ جن عذاب یافتہ قوموں عاد وثمود، قوم نوح، قوم شعیب وغیرہ کے امثال واحوال بیان کیئے ہیں اور خود نزول قرآن کے وقت کے اہل کفر وضلال کے حالات سے بحث کی ہے وہ سب اسی قبیل سے تھے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا رکھا تھا تو اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بھلا دیا۔

اللہ کو بھُلانے سے مراد عقیدہ وعمل دونوں میں یا کسی ایک میں اللہ کے احکام (اوامر ونواہی) سے بے پرواہ ہو جانا اور اپنی خواہشات ومرضیات کے تحت زندگی گزارنا ہے، عقیدے میں اللہ کو بھلانے والے کافرو منافق، اور ملحد وزندیق ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی وحدانیت، خالقیت، مالکیت، رازقیت، ربوبیت کے منکر یا اس میں متردّد ہوتے ہیں۔ اور جو مسلمان باوجود اللہ پر ایمان ہونے، اللہ کی وحدانیت، ربوبیت، معبودیت وغیرہ کو تسلیم کرنے کے عملی زندگی میں نفسانی خواہشات اور حسی ومادی مقتضیات پر ہی چلتے اور اسی کے تحت جیتے مرتے ہیں تو دوسرے درجے میں وہ بھی اللہ کو بھلانے والوں کے زمرے میں آتے ہیں۔

اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جانوں سے اس طرح بھلا دیتے ہیں کہ یہ اپنے حقیقی نفع ونقصان کی تمیز کھودیتے ہیں، وقتی، عارضی وفانی لذتوں پر ریجھتے اور انہی کے لئے جیتے مرتے ہیں۔ ان کی طبیعت، ان کا ذوق ومزاج، ان کی نفسیات ہی اس سانچے میں ڈھل جاتی ہیں کہ فانی اور وقتی لذتوں اور منافع کا حصول اور فانی، عارضی ووقتی مضرات سے بچاؤ اپنی خواہشات نفسانی کی ماتحتی میں ان کے نزدیک زندگی کا بڑا کام، اولین وآخرین مقصد ہوتا ہے، قرآن مجید نے عاد وثمود کے احوال کے ضمن میں بتایا ہے کہ یہ عقل، فہم، سمجھ، مہارت، لیاقت اور صلاحیتوں میں ایسے تھے کہ دنیا ان کا لوہا مانتی تھی اور آج بھی ان کے سنگی و حجری آثار ونشان جو عرب کے صحراؤں میں اور شام ولبنان، اردن فلسطین کے اطراف وجوانب میں چٹانوں کی تراش خراش اور ان میں محلات وتعمیرات کی صورت میں ان کے آرٹ اور انجینئری کے لافانی نمونے ثبت ہیں انہیں دیکھ کر دانتوں کو پسینے آنے لگتے ہیں کہ مشینی دور اور ٹیکنالوجی کے عہد سے ہزاروں سال پہلے پتھر اور غاروں کے زمانے میں یہ کتنے ترقی یافتہ، متمدن اور روشن خیال انسان تھے، لیکن خدا کو بھُلائے ہوئے تھے تو ان کی ساری لیاقتیں، مہارتیں، مہندسی وانجینئری کی صلاحیتیں چندروزہ کھیل تماشے

---

[1] واضح رہے کہ فاسق کی قرآنی اصطلاح فقہاء اور اہلِ دین کی فاسق کی اصطلاح سے مختلف ہے، اور زیادہ عام اور وسیع مفہوم کی حامل ہے، فقہی اعتبار سے تو فاسق بدعمل نافرمان مسلمان کو کہا جاتا ہے جو ہو تو مسلمان لیکن کبیرہ گناہوں میں ملوث رہتا ہو، جبکہ قرآن مجید کفار ومشرکین، اہل فساد کو بھی اور مسلمانوں میں سے نافرمان لوگوں کو بھی فاسق سے موسوم کرتا ہے۔

میں صرف ہوگئیں، امورآخرت اور دائمی زندگی کی تیاری کے متعلق یہ بالکل انجان یا منکرو مخالف بنے رہے۔ ؎1

(۲)...... يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ.تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

؎1 قرآن مجید نے سورہ احقاف (آیت 26) میں قوم عاد کے تذکرہ کے ضمن میں ان کے عقل وفہم، دانائی، بینائی کا اعتراف کرنے اور اپنے زمانے میں ذہنی، دماغی وجسمانی قوتوں میں بہت آگے بلکہ سب سے آگے ہونے یعنی آج کی اہل کفر کی اصطلاح میں سپر پاور اور ترقی یافتہ ہونے کے بعد واضح کیا ہے کہ بایں عقل ودانش یہ مارے گئے، ان کی دانائی، بینائی جو اللہ ہی نے عطا کی تھی ان کے کچھ کام نہ آئی، جب یہ حق سے منحرف ومنکر ہوئے، اپنی روشن خیالی کی وجہ سے جس آخرت، حساب کتاب، ثواب وعذاب، حیات بعد الممات اور دنیا میں من مانی کی بجائے رب چاہی زندگی اختیار کرنے کی پیغمبرانہ دعوت کا مذاق اڑاتے اور تمسخر کرتے، اس کی پاداش میں بُری طرح پھنسے، احقاف کی یہ آیت ملاحظہ ہو:

ولقد مكناهم فيما إن مكناكم فيه وجعلنا لهم سمعا وأبصارا وأفئدة فما أغنى عنهم سمعهم ولا أبصارهم ولا أفئدتهم من شيء إذ كانوا يجحدون بآيات الله وحاق بهم ما كانوا به يستهزئون.

کہ ہم نے ان لوگوں (قوم عاد) کو ایسے ہنروفن اور کمالات کی قدرت بخشی تھی کہ اے قرآن کے مخاطب انسانو! تمہیں اس قسم کی قوت وطاقت نہیں دی اور ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے لیکن نہ ان کے کان اور ان کی آنکھیں ان کے کچھ کام آئیں، نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور جس چیز کا وہ مزاخ اڑاتے تھے اسی نے ان کو آن گھیرا۔

دل قابلیتوں، صلاحیتوں ومہارتوں، ہنرمندیوں، عزائم وارادوں، ہمتوں اور دلچسپیوں کا پاور ہاؤس ہے، اور آنکھ کان ان عزائم و قابلیتوں کے تحت کائنات اور ساری مادی اشیاء کو دیکھ بھال کر، ملاحظہ سے جانچ پرکھ کر برتنے، ان میں جوڑ توڑ کرنے کے آلات و حواس ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ کائنات ومادیات کو مسخر کرنے کے علاوہ خود آخرت وامور آخرت، جزاوسزا، ثواب وعقاب، حشرونشر کے امور کو جو ہر انسان کو آگے درپیش ہیں ان کو بھی نظر عبرت وبصیرت سے سوچنے سمجھنے، اور دل کے شوق وجذبے، خوف وخشیت اور رجوع و انابت سے ان الٰہیاتی حقائق کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور اپنی من مانی چھوڑنے وغفلت سے نکلنے کے آلات وذرائع بھی یہی قلب و دماغ، آنکھ کان وغیرہ ہیں لیکن خدا فراموش انسانوں نے ان خدا کے عطیہ کردہ آلات وحواس اور ان میں عطاء کردہ صلاحیتوں کو مادیات وکائنات کی تسخیر وتصرف میں اور اتباع خواہشات میں تو خوب استعمال کیا لیکن امور آخرت والٰہیات سے بالکل انجان، منکر وغافل بلکہ مخالف بنے رہے، لہٰذا ان کی ہستی وشخصیت ادھوری ہی رہی اور وہ آخر الامر عارضی وفانی عیش وعشرت کے بعد دائمی ناکامی کے شکار ہوئے۔

ایک موقعہ پر قرآن نے قوم عاد وثمود کو روشن خیال سے بھی تعبیر کیا ہے، یعنی بزعم خود بڑے سوجھ بوجھ، عقل وفہم، شعور ولیاقت والے، ملاحظہ ہو:

وعادا وثمود وقد تبين لكم من مساكنهم وزين لهم الشيطٰن اعمالهم فصدهم عن السبيل وكانوا مستبصرين(عنکبوت38)

اور ہم نے عاد وثمود کو بھی ہلاک کیا اور ان کی تباہی تم پر ان کے گھروں سے واضح ہوچکی ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی آنکھوں میں خوشنما بنا کر انہیں راہِ راست سے روک دیا تھا جبکہ وہ روشن خیال لوگ تھے۔

تو اے روشن خیالی کے گھمنڈ میں مبتلا سیکولر مسلمانو! ہوشیار باش!

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ . يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۃ الصف آیت 10تا12)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلادے، (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال ودولت اور اپنی جانوں سے اس کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہترین بات ہے، اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہ بخش دے گا، اور تمہیں ان باغوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا، جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے، یہی زبردست کامیابی ہے۔

تجارت میں جنس ونقد کا تبادلہ ہوتا ہے، آخرت کے اس کاروبار میں جان ومال جنس ہے جو مومن کے پاس ہے اللہ ہی کی دی ہوئی ہے، لیکن اللہ خود اپنی ہی دی ہوئی چیز کا خریدار بھی ہے، کیا شانِ رحمت ہے۔اور اس سودے میں عوض، نقد وثمن جنت اور اس کے حور وقصور، باغ وبہار، اعزاز واکرام ہیں جو اللہ کے پاس ہیں اور اللہ مومن کو پیش کش کرتا ہے کہ ہم جنت کے بدلے میں اپنی ہی دی ہوئی جان ومال تم سے خریدنا چاہتے ہیں، اور خریداری کی شکل یہ ہے کہ جسم وجان کو اپنی متعلقہ صلاحیتوں وسرگرمیوں کے ساتھ اور مال کو اپنی انواع واقسام کے ساتھ ہمارے احکام، ہماری حد بندیوں وپابندیوں کے ماتحت، ہماری منشاء ومرضی سے استعمال کرو۔

جنت کے بدلے مومن ایمان لاکر اس سودے پر راضی ہو چکا ہے، اس لئے یہ سودا جس میں کسی طرح کا خسارہ نہیں، کب کا ہو چکا ہے، سودا ہو چکنے کی خبر بھی اللہ پاک نے قرآن میں خود دی ہے۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة

کہ اللہ نے اہلِ ایمان سے ان کے جان ومال جنت کے بدلے مول لے لئے ہیں۔

اس لئے مومن کو، ہر کلمہ گو مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ سودے میں بددیانتی نہ کرے، خیانت نہ کرے، سودے میں کھرا رہے، جان ومال کو ان حد بندیوں وپابندیوں کے دائرے میں ہی اس چار روزہ زندگانی میں رکھے، جو شریعت کے احکام کی صورت میں خریدار رب نے عائد کی ہیں، تاکہ عوض وثمن بروقت ملے، پورا ملے، بھرپور ملے، اللہ کے نیک بندوں، مخلص اہلِ ایمان کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ جان تڑا کر اللہ کی

رضا جوئی میں لگے رہتے ہیں، پھر بھی اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، اللہ کے عذاب کا ڈر اور اس کی مغفرت ورحمت کی امید رکھتے ہیں، ایک اللہ والے بزرگ تھے، حضرت قدسی کے نام سے مشہور ہیں، تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو کر بھی انتہائی عاجزی سے کہتے ہیں

قدسی نہ دانم چوں شواد سودائے بازار جزا   اونقد آمرزش در دست، من جنس عصیاں در بغل

قدسی میں نہیں جانتا کہ بازار جزا وسزا میں کیا ماجرا ہوگا، بس میں تو گناہوں کی پوٹلی (شرم کے مارے) بغل میں دبائے پیش کروں گا، اور بدلے میں مغفرت وبخشش کی نقدی وصول کروں گا۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین　　　　مفتی محمد امجد حسین

میں اپنی ماں کے عقیدے پر مر رہا ہوں

دیہاتیوں کے دین پر ہوں!

محدث ابن اثیر جزری (متوفی 606ھ) نے احادیث رسول ﷺ پر اپنے معروف منتخب مجموعہ ''جامع الاصول فی احادیث الرسول'' میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے:

''کونوا علیٰ دین الاعراب''

''بادیہ نشین دیہاتیوں کے دین پر ہو جاؤ''

اور یہ بھی نقل کیا ہے

''کونوا علی دین العجائز'' (جامع الاصول فی احادیث الرسول ، الباب الاول فی الاستمساک)

''بوڑھی عورتوں کے دین پر ہو جاؤ''

بدویانہ اور دیہاتی زندگی نہایت سادہ، اور ابتدائی فطری حالت پر ہوتی ہے، اب خیر سے عہدِ عویلمہ (Global Village) کی کرم فرمائیوں اور کج ادائیوں نے اپنے ٹیکنیکل آلات ومواصلات کے بل بوتے پر دیہات وقصبات کو بھی بڑی حد تک بلاد وامصار کے ہم پلہ وہم پایہ کر دیا۔تہذیب وثقافت کے وہ جلوے اور جدت ومادیت کے کرشمے جو شہری متمدن زندگی میں جلوہ گر ہیں، ان کے عکس و پرتو دیہاتوں میں اور مافوق الجبال بھی اب بڑی حد تک پڑ رہے ہیں۔

دیہاتی فضاء

دیہات میں آب و ہوا صاف اور صحت بخش، ماحول پر فضا اور گردو پیش آلودگیوں سے پاک، ٹینشن فری(Tension Free) ہوتا ہے، زبان اور لب ولہجہ خالص اور تکلف وبناوٹ سے خالی، وضع قطع، نشست وبرخاست، رہن سہن، برتاؤ وسلوک، اعمال واشغال بڑی حد تک نمود ونمائش سے بری، چال اور حال میں بے ساختگی پائی جاتی ہے، زمانہ قدیم میں اشراف عرب، مکہ کے نامی گرامی قریشی خاندانی لوگ

اپنے شیر خوار، نومولود بچوں کی بہتر پرورش، عمدہ نشوونما، زبان کی سلاست وسادگی اور رہن سہن میں فطری بے تکلف طریقوں اور جبلّی عادات واطوار کو مضبوطی و جماؤ کے ساتھ پروان چڑھانے کے لئے ان کو دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے، جیسے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مرحلے سے گزرے، دیہاتی زندگی جفاکشی، اور محنت ومجاہدے پر بھی مشتمل ہوتی ہے، ہمت وحوصلے، شجاعت وحمیت کو پروان چڑھاتی ہے، کردار میں پختگی پیدا کرتی ہے، ان سب اسباب سے دیہاتی لوگوں میں کھرا پن، پختگی، جماؤ ومضبوطی، خوب پائی جاتی تھی، جس صحیح یا غلط طریقے پر ہوتے، جن روایات واقدار کے حامل ہوتے ان پر غیر متزلزل یقین رکھتے اور پورے دل، پوری جان کے ساتھ ان پر جیتے اور ان کے لئے مرتے۔ کفر یا کسی غلط یا مبنی بر جہالت نظریے پر ہوتے تو اس کے لئے بھی جان لڑا دیتے، حق وصداقت کے علمبردار ہوتے تو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بھرپور یقین، تصدیق وسچائیوں کے ساتھ، حق کا ساتھ نباہتے، حق کے دفاع اور حق کی اشاعت میں ہراول دستے کا کام دیتے اور پیش پیش رہتے۔

حضرت عمر کے اس مقولے کا بظاہر یہی مطلب ہے کہ دیہاتی بادیہ نشین، کلمہ پڑھ کر، ایمان کے بول بول کر ایمان کی بنیادی تعلیمات وضروری احکام سے واقف ہو کر اس کو حرزِ جان بنا لیتے ہیں، یقین میں ایسے کامل کہ شک وشبہ اور وہ احتمالات وامکانات اور تاویلات در تاویلات جو عقل عیّار پیدا کر لیتی ہے اس سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ شریعت کے سیدھے سادے احکام اور بنیادی تعلیمات سے اپنے کیریکٹر وکردار کی مضبوطی اور اخلاق وعادات کے کھرے پن وبے ساختگی سے خوب چوکھا رنگ بھر دیتے ہیں، تو دین اسلام کے پورے رنگ میں رنگنے کے لئے ان کی سی کردار کی مضبوطی اور یقین کی گہرائی پیدا کرنی چاہیے۔

شہروں کے تمدنی جلوے

شہروں میں تمدن کے گونا گوں جلوے اور فکر وفن کی نو بہ نو اور نوع در نوع نمود ونمائش ہوتی ہے، مادی وتمدنی طرح طرح کی سہولیات فراہم ہوتی ہیں، جن سے تن آسانی اور آسائش وآرام پسندی جبلت وطبیعت میں رچ بس جاتی ہے، عقل عیار کو سو بھیس بدلنے اور ہزار پینترے اپنانے کے ڈھنگ آجاتے ہیں۔ ممی ڈیڈی نسلیں جو مراعات یافتہ طبقات کے ڈرائنگ روموں میں پروان چڑھتی ہیں جن کو بس اپنی تن آسانی، عیش و راحت، سکھ وآسائش، مادی ساز وسامان سے کام ہوتا ہے، انھی اہداف کو مدنظر رکھ کر ان کا جینا اور مرنا ہے، کردار کی پختگی اور یقین کی گہرائی کے بدلے میں یہاں عقل کی عیاری اور ذہن کی رسائی وفنکاری، شخصیت

وذات کا زیادہ مقبول وکارآمد جوہر ہوتا ہے۔

ایسے میں کوئی مربی، اچھی تربیت کرنے والا اور اچھا وسلجھا ہوا، فطرت کے رنگ میں رنگا ہوا ماحول نہ ہو، تو بے قید آزادی میں پلنے بڑھنے والا انسان مادہ پرست، عیش پسند اور خواہشات نفس کا پجاری بن جاتا ہے، جو اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل اور اسباب عیش کی فراہمی، اور جاہ ومنصب، شہرت وناموری کے حصول کے لئے کیرکٹر وکردار اور اخلاق وفطری اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر کسی بھی حد تک جاسکتا ہے، الا ما رحم ربی۔

بوڑھی عورتوں کے دین پر ہو جاؤ

بوڑھی عورتیں، پہلے زمانے کی دادیان اور نانیاں ایمان ویقین میں، ذوقِ دینداری میں، اخلاق وآداب میں، رکھ رکھاؤ میں، رہن سہن، برتاؤ وسلوک میں، روایات واقدار کو نباہنے اور سکھانے میں خوب پختہ ہوتی تھیں، دین کی سیدھی سادی بنیادی تعلیمات اور ضروری احکام سے ہی واقف ہوتیں جن میں زیادہ کھود کرید، بحث وتمحیص نہ کرتی تھیں نہ جانتی تھیں، انہی چند بنیادی عقیدوں اور ضروری احکام پر ایسا غیر متزلزل قابل رشک یقین، اطمینان، استحضار ان کو ہوتا کہ ہزار فلسفیوں اور مدعیان عقل کو اپنی فلسفہ دانیوں، عقلی لن ترانیوں، بحث وتفکر کی دماغ سوزیوں کے باوجود ان کے غیر متزلزل یقین کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ فلسفہ اور عقلی لن ترانیاں، کلامی دماغ سوزیاں ہمیشہ انسانوں کو شک وسفسطے کا مریض بناتی رہی ہیں، ذوقِ یقین، ذوق وشوق اور دردو محبت ذوق الیقین سے محروم اور خواہشات نفس کے ماتحت زندگی گزارنے والے عقل پرستوں اور وقت کے بزرجمہروں، اور بقراطوں کو شاذو نادر ہی نصیب ہوتا ہے۔

مذاہب کی تاریخ اور خود اسلام کا چودہ سوسالہ ماضی گواہ ہے کہ ایمان جو غیبیات الٰہیہ پر غیر متزلزل یقین اور پورے جماؤ ومضبوطی سے عبارت ہے، یہ جوہر نایاب قیل وقال، بحث مباحثہ اور عقلی دماغ سوزیوں سے وجود میں نہیں آتا، دردو محبت سے، ذوق یقین سے وجود میں آتا ہے، اقبال کے الفاظ میں ایمان ویقین دانش نورانی ہے، دانش برہانی نہیں۔ ؎

ایک دانشِ نورانی، ایک دانشِ برہانی
ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

یہ خبر سے نہیں نظر سے وجود پاتا ہے۔ ؎

خِرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

دوسری صدی ہجری کا فتنہ اعتزال

پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی کے آغاز سے ہی جب معتزلہ اور کئی دیگر باطل پرست گروہوں نے ایمانیات کی جانچ اور ناپ تول کے لئے عقل وفلسفہ کو پیمانہ وکسوٹی بنایا اور شریعت کو عقل پر جانچنے کے لئے علم کلام کی بنیاد رکھی اور غیبی حقائق پر مشتمل ایمانیات والٰہیات کے مباحث کو یونانی مشرک ودھری فلاسفہ کے قائم کردہ عقلی اصولوں کی ترازووں میں تولنے لگے تو سلف صالحین نے تابعین، محدثین، فقہاء و صوفیاء نے ان کے اس عمل وطرز عمل پر ملامت ونفرین کی، اوران سے بے زار ونفور رہے، انہوں نے فلسفیانہ کلامی اصولوں کے رندے سے احکام اسلامی کو اور وحی سے نازل شدہ تعلیمات کو جس طرح چھیلا اور مادی حسی سانچوں میں ڈھالنے کے لئے ان کی تراش خراش کی، ان کا یہ سارا عمل تحریف والحاد کے مساوی قرار دیا گیا، یہ شک وارتیاب کے مریض تھے جو اس شک کی تلافی وعلاج ان کلامی عقلی مباحث میں ڈھونڈتے تھے۔

عقل گو آستاں سے دور نہیں — اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ان کو تو خیر کیا شفا حاصل ہوتی اور یقین کی متاع گم گشتہ ہاتھ آتی، خود ان فرقِ باطلہ کے مقابلے میں سنت اور احکام اسلام کے دفاع کے لئے اہل سنت کے جو گروہ متکلمین اسلام، ماہرین علم کلام علمائے اہل سنت میدان میں آئے اور لوہے کو لوہے کے ساتھ کاٹنے کے اصول کے تحت کلامی اصولوں کی راہوں سے ہی دین اسلام کی، اس کے اصول وعقائد کی، احکام وتعلیمات کی تشریح وتوضیح کر کے معتزلہ وغیرہ فرقِ باطلہ کے وحی وسنت اوران سے ناشی احکام پر اعتراضات کا جواب دیکر اور دفیعہ کر کے ان عقل کے پرستار کلامی گروہوں کو لاجواب ومطمئن کرنا چاہا، اور مدت العمر اس دشت وصحرا میں وہ سرگرم وسرگرداں رہے، ان کا تجربہ کیا رہا؟ ان کا تبصرہ کیا ہے؟ آیا کلامی مباحث سے عقلی لن ترانیوں سے غیبیات اور وحی کے متعلق جو شک کا کانٹا دل میں چبھتا ہو، اور دماغ میں پیوست ہو وہ نکل جاتا ہے اور وہ ذوق یقین حاصل ہو جاتا ہے جو سیدھے سادے اہل ایمان کو، دیہاتیوں اور پرانی بوڑھی عورتوں کو بغیر کسی مکتبِ عقلیت وفلسفہ میں پڑھے، اور فلسفیانہ عقلی مباحث میں الجھے محض توفیقِ خداوندی سے، اور توحید ورسالت پر چوں وچراں کے بغیر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے؟ ملاحظہ ہو۔

امام الحرمین علامہ جوینی کا عبرت آموز تبصرہ

امام الحرمین علامہ جوینی پانچویں صدی ہجری کے نابغہ روزگار متکلم اسلام، امام غزالی کے استاد، اہل سنت کے اپنے زمانے کے سالار قافلہ، الشامل اور اصول دین جیسی معرکۃ الآراء اہل سنت کے علم کلام پر مشتمل کتابوں کے مصنف، آخر عمر میں موت کے دروازے پر کھڑے یہ عبرت آموز تبصرہ کر کے جاتے ہیں

"لقد خضت البحر الخضم، وخلیت اھل الاسلام والأن فان لم یتدارکنی ربی برحمته فالویل لابن الجوینی وھا انا ذات اموت علیٰ عقیدۃ امی" (تذکرہ لابی الکلام، ص ۲۱۳)

یعنی میں عقل و فلسفہ اور علم کلام کے عمیق ڈونگے سمندر کی گہرائیوں تک اترا، اسلامیوں کے سب طبقوں، گروہوں اور ان کے علوم کو میں نے چھان مارا اور ان بند دروازوں سے میں اندر تک گیا جن میں داخلے سے مجھے روکا گیا تھا (عمر بھر کی اس کلامی عقلی تحقیق، کھود کرید اور بحث مباحثوں سے کیا نتیجہ نکلا! آیا اصل ایمان و یقین میں کچھ بھی اضافہ ہوا، نہیں بلکہ) آج میں اس پوزیشن میں ہوں کہ اگر میرے رب کی رحمت نے مجھے تھام تھام نہ لیا تو ابن جوینی کے لئے ہلاکت و بربادی ہے اور لوگو! یہ ہوں میں کہ آج اپنی ماں کے عقیدے پر مر رہا ہوں (ماں کے کھرے سچے عقیدے پر مرنے کو جو یقین سے بھرپور تھا، اپنی نجات کی ضمانت سمجھتا ہوں نہ کہ عقلی احتمالات پر مبنی کلامی عقیدے پر مرنے کو) ہاں وہ سادہ وان پڑھ ماں جس کو اپنے ماحول اور والدین سے کلمہ ملا۔ یہ کلمہ پڑھ کر وہ اللہ و رسول سے ضروری و بنیادی درجے میں متعارف ہوئی، توحید و رسالت کی کلامی و فلسفیانہ باریکیوں سے بے خبر ماں کو اس کلمہ پر، اللہ و رسول کی ذات پر، آخرت پر، حشر و نشر و جزا سزا پر وہ گہرا، مضبوط اور غیر متزلزل یقین گھر بیٹھے محض اپنے ماحول اور والدین سے اور بچپن میں مکتب کی ضروری و بنیادی تعلیم کے نتیجے میں ہی حاصل ہو گیا جس میں زندگی بھر پھر کوئی شک و بے یقینی کا کانٹا نہیں چبھا تا آنکہ اسی اجمالی ایمان پر جو پہاڑوں سے زیادہ استحکام کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں پیوست تھا وہ دنیا سے سرخرو ہو کر چلی گئی، اقبال نے شائد اسی مفہوم میں کہا ہے:

متاعِ قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ نہیں　　فقیہ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا

امام فخر الدین رازی کا بصیرت افروز تجزیہ

دوسری مثال اہل سنت کے معروف متکلم، مفسر اور چھٹی صدی ہجری میں اشاعرہ اہل سنت کے امام وقت امام فخر الدین رازی جن کی شہرہ آفاق تفسیر کبیر 30 جلدوں میں علم کلام کا انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں اس

متکلم اسلام نے فلسفہ وعلم کلام کی دنیا کے سب کھلاڑیوں سے، دو دو ہاتھ کیے ہیں۔تمام اسلامی فرقوں سے بھی اور دیگر مذاہب وادیان والوں سے بھی چومکھی جنگ لڑی ہے، کیا روافض، کیا خوارج، کیا جہمیہ، کیا مرجیہ، کیا قدریہ وجبریہ، کیا کرامیہ، کیا معتزلہ، کیا مجوس، کیا دہریین وکمیونسٹ، کیا عیسائی، کیا یہودی، کیا مشرک وبت پرست سب کے لتّے لئے ہیں۔صرف تفسیر پر ہی بس نہیں، معجزات، الٰہیات، مغیبات و نبوّات پر دیگر دسیوں کتابیں آپ کے رہوارِ قلم سے صادر ہوئیں اور زمانے نے انہیں سرآنکھوں پر رکھا، ''اساس التقدیس'' اور ''مطالب عالیہ'' میں ان کی ذہانت، جَوْدَت اور قادر الکلامی پورے جوبن پر ہے، اقسامِ ذات پر اپنی آخری تحریر میں لکھتے ہیں:

لَقَدْتَأَمَّلْتُ الطَّرِيْقَ الْكَلَامِيَةِ وَ الْمَنَاهِجَ الْفَلْسَفِيَّهِ فَمَا رَأَيْتُهَا تَشْفِى عَلِيْلاً وَلَا تَرْوِى غَلِيلاً وَرَأَيْتُ اَقْرَبَ الطَّرِيْقِ طَرِيْقِ الْقُرْآنِ..........وَمَنْ جَرَّبَ مِثْلَ تَجْرِبَتِىْ عَرَّفَ مِثْلَ مَعْرِفَتِىْ (ایضاً ، حوالہ سابق)

میں نے علم کلام کے پورے نظام اور طریقہ پر اور فلسفہ کے تمام مناھج ومکاتب فکر پر کافی زیادہ غور وفکر کیا، پس میں نے نہیں پایا اس (فلسفہ وکلام) کو کہ شفاوتسکین دے سکے، شک وبے یقینی کے مریض کو، اور سیراب کر سکے، کھوٹ ونقص میں مبتلا پیاسے کو، اور میں سمجھتا ہوں کہ ہدایت کے حصول کا، (ایمان ویقین کے جماؤ ومضبوطی کا) مختصر اور سیدھا راستہ قرآنی طرز استدلال والا ہے، قرآن کائناتی مظاہر کو، آفاقی وانفسی مخلوقات، ودلائل ونشانات کو جو ہمارے گردوپیش میں ہی پھیلے ہوئے اور بالکل بدیہی وواضح ہیں ہر پڑھا لکھا، ان پڑھ، معمولی سوچ فکر اور تجربے ومشاہدے سے انہیں جان لے، سمجھ لے جانچ لے ان کو سیدھے، صاف، واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کر کے ان سے اللہ پاک کی ذات، وحدانیت، ربوبیت، خالقیت، مالکیت، الوہیت، پر استدلال کرتا ہے، حشر نشر، نبوت، جزاوسزا پر استناد کرتا ہے، آخر میں فرماتے ہیں جو اس طرح تجربوں سے گزرے گا جن سے میں گزرا ہوں وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے گا جس پر میں پہنچا ہوں۔

اب پرسکوں ہوں کہ حصارِ جنوں میں ہوں   اک اک پل عذاب تھا دانائیوں کا زہر

جدید اعتزال سیکولرازم وروشن خیالی کے روپ میں

آج عالم اسلام کو پھر فتنہ اعتزال کا سامنا ہے، معتزلہ جدید نئے عصری روپ میں، جدیدیت کے سانچوں میں ڈھل کر سامنے آرہے ہیں، میدان میں دندنا رہے ہیں، دین اسلام اور اس کے احکام کو ذہنی ودماغی

عیاشی اور تفریح طبع کا سامان اور اپنے ندیدے پن کے اظہار و کھلواڑ کے لئے بازیچۂ اطفال بنائے ہوئے ہیں، اعتدال جدید کا یہ عصری روپ سیکولرازم، لبرل ازم، تجدد و روشن خیالی کے ناموں سے آج موسوم ہے، پرانی شراب نئے سانچوں اور پیمانوں میں انڈیلی گئی ہے، پرانے شکاری نئے جال لے کر آئے ہیں، یہ خود اعمال صالحہ، اعمال خیر کی توفیق سے بالعموم محروم ہیں، نماز، روزہ، پاکی، ناپاکی، حرام حلال، جائز و ناجائز کی تمیز و حد بندی اور ان کی حدود کی پابندی و رعایت ان کے نزدیک بنیاد پرستی و قدامت پسندی ہے۔ ان کو بڑی تشویش و تکلیف اس بات کی ہے کہ اہل کفر کے قدم بقدم ہم جو اپنے دین کو لات مار چکے ہیں، اس کا جوا گلے سے کب کا اتار چکے ہیں، خواہشاتِ نفس کو اور طواغیت زمانہ کو اپنا خدا مان چکے ہیں، مادی اسباب، عہدہ و منصب، جاہ و منزلت، دولت و شہرت کے حصول کو اپنا مقصدِ زندگی ٹھہرا چکے ہیں، جس پر طواغیتِ زمانہ اور فراعنہ وقت ہمیں حسن کارکردگی ایوارڈ اور تمغوں سے نواز رہے ہیں، ہمیں تھپکیاں دے رہے ہیں، ہماری بلائیں لے رہے ہیں، لیکن اپنے ملکوں میں ان سیدھے سادے مسلمانوں اور دینداروں کو جنہوں نے اہل کفر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے جدید مادی والحادی علوم نہیں پڑھے، روشن خیالی نہیں سیکھی، وہ سادہ لوح مسلمان کیوں ہمارے جدت و الحاد کے سانچوں میں ڈھلے اسلام کو اپنانے کی بجائے چودہ سو سالہ پرانے اسلام پر من و عن عمل کر رہے ہیں، اسلامی دنیا کے انہی بنیاد پرست مسلمانوں کے اس طرز عمل کی وجہ سے مادر پدر آزاد ماں بہن اور حرام و حلال کی تمیز سے عاری اہل کفر اور ان کے سرغنے اور ان کے ہمنوا منافقین اسلام ہم پر ہنستے ہیں، ان کے سامنے ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں — کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

آج کے واصل بن عطاء کون؟

منحرفین سنت معتزلہ کے اکابر و سرگروہ واصل بن عطاء، عمرو بن عبید اور معبد جہنی وغیرہ تھے۔ جدیدیت کے سیکولر عہد میں ان کے ہم مشرب سر سید احمد خان، اسلم جیراجپوری، عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز، تمنا عمادی، حبیب الرحمان کاندھلوی، ڈاکٹر فضل الرحمان (یہ سب گئے گزرے ہو گئے ہیں) وحید الدین خان، جاوید غامدی، عمار ناصر اور بہت سے غامدیت زدہ اور لادینیت گزیدہ لکھاری و مداری یعنی پرنٹ میڈیا کے لکھاری، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے مداری جن کو محض تماشہ دکھانے سے کام ہے۔ ع

تماشہ دکھا کر مداری گیا

مقالات ومضامین　(شعروسخن)　ماسٹر عبدالحلیم احقر

ہم آپ کہہ کر بولیں گے

(تعمیرِ پاکستان سکول/ادارہ غفران ٹرسٹ کے بچوں کے لئے لکھی گئی نظم)

ہم تعلیم والے بچے ہیں ہم جاہل اور گنوار نہیں
ہم میٹھی بولی بولیں گے کہ احمق ہم زنہار نہیں

ہم جب بھی منہ سے بولیں گے ہم سچے موتی رولیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

ہم گھر پر ہوں یا مکتب میں بس یہ اپنی پہچان رہے
ہم جی کہیں گے ہر ایک سے قائم ہماری شان رہے

ہم بلبل ہیں اس گلشن کے ہم پیار کے نغمے بولیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

ہم بولیں ماں باپ سے اپنے استاد سے کوئی بات کریں
ہو بحث بڑے بزرگوں سے یا بچوں ہی سے بات کریں

ہم سوچیں گے خوب سوچیں گے اور سوچ سمجھ کر بولیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

ماں باپ ہوں یا بہن بھائی راضی ہوں سب کے سب بھائی
ہوں دوست احباب بھی خوش سارے یوں راہ عمل ہے اپنائی

کیا اچھا نسخہ ہے ہم زہر میں امرت گھولیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

ہم ایسا خُلق اپنائیں گے ہر آن ہماری آن رہے
تابندہ جگ بھر میں اپنا تعمیرِ پاکستان رہے

اس طرزِ عمل سے دنیا میں ہم خوب سے خوب تر ہولیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

ہم اچھے نیک بچے بن کر اسلام کا علم لہرائیں گے
خود حاصل کر کے علم دیں دنیا میں اسے پھیلائیں گے

اس راہ میں جو مشکل آئے وہ ہنس ہنس کر ہم سہہ لیں گے
ہم آپ کہہ کر بولیں گے ہم آپ کہہ کر بولیں گے

مقالات ومضامین　قاری جمیل احمد

دنیا کی حقیقت (قسط3)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر (مسلم)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

مومن احکام الٰہی کا پابند

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ مومن جیل خانے میں بند پڑے ہیں، خوب سمجھ لیجئے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے مومن بندے کو آزاد نہیں چھوڑا۔

اللہ پاک نے اپنے مومن بندے پر اپنے احکام نازل فرمائے ہیں، اور ان احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے پورا کرنے کا پابند بنایا ہے، جو مومن بندہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا کرنے کا پابند بن کر چلتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ پاک اس کو دنیا و آخرت کی مکمل کامیابی عطا فرماتے ہیں، مومن مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، کالا ہو یا گورا، عربی ہو یا عجمی، پاکستانی ہو یا افغانی، امریکی ہو یا افریقی، مومن چاہے جس خاندان کا ہو، جس زبان کا ہو، جس رنگ و نسل کا ہو۔ اگر کوئی مال و دولت والا ہے، اور وہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے پورا کر رہا ہے، تو وہ مال و دولت کے ہوتے ہوئے کامیاب ہے، اور اگر وہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے پورا نہیں کر رہا، تو وہ مال و دولت کے ہوتے ہوئے ناکام ہے، اور اگر کوئی غریب الحال ہے اور وہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا کر رہا ہے تو وہ کامیاب ہے، اور اگر وہ شخص اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا نہیں کر رہا تو وہ غریب الحال ہوتے ہوئے ناکام ہے۔ اور اگر کوئی حکومت و وزارت والا ہے اور وہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا کر رہا ہے تو وہ کامیاب ہے اور اگر وہ اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا نہیں کر رہا تو وہ حکومت و وزارت کے ہوتے ہوئے ناکام ہے، حقیقت یہ ہے کہ تمام کامیابی کا دارومدار اللہ پاک کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

طریقے سے پورا کرنے میں ہے۔مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا کرنے کی قید ہے، یعنی مومن بندے کے لئے قرآن وسنت اور احکامِ الٰہی کی قید ہے، جس میں بندے کو ہر وقت ظاہری اور باطنی اعمال کی بھی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔زبان، آنکھ، کان، پیٹ اور ٹانگوں کے اعمال کی کڑی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔زبان کی نگرانی یہ ہے کہ زبان سے جھوٹ نہ بولو، کسی کو دھوکہ نہ دو، کسی کی غیبت نہ کرو، چغلخوری نہ کرو، کسی پر تہمت نہ لگاؤ، زبان سے کسی کو گالی نہ دو، کسی پر لعن طعن نہ کرو، کسی کو بُرا بھلا نہ کہو، کسی کو بُرا نام لے کر نہ پکارو، جھوٹی قسمیں، جھوٹے وعدے، جھوٹی گواہی سے بچو، جھوٹے الزام اور جھوٹی افواہیں پھیلانے سے بچو، دوغلی باتیں، بے حیائی کی باتیں، فحش باتیں، بیہودہ باتیں، بے فائدہ، ادھر اُدھر کی باتیں، اپنی شیخی اور اپنی بڑائی جتانے کی باتیں کرنے سے بچو۔بدگوئی کرنے اور بددعا کرنے سے رُکو۔دوسرے کی دل آزاری کرنے اور پردہ دری کرنے سے بچو۔دوسروں میں نقص نکالنے، اور دوسروں کو بدنام کرنے سے بچو، کسی کی خامیوں کو تلاش کرنے اور ان کو پھیلانے سے بچو۔کسی کی عزت وآبرو پر حملہ نہ کرو۔کسی کو جہنمی نہ کہو، کسی مسلمان کو کافر نہ کہو، لڑنے جھگڑنے کی باتیں کرنے سے بچو، دوسروں کو عار نہ دلاؤ اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے سے بچو۔بے وجہ کسی کی تعریف نہ کرو، نوحہ نہ کرو اور گانوں سے بچو۔آنکھوں کی نگرانی یہ ہے کہ بدنظری نہ کرو۔کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔کسی غلط جگہ پر نظر نہ ڈالو، کسی کو گھور گھور کر نہ دیکھو۔کسی کی طرف جھانکنے سے آنکھوں کو بچاؤ۔کانوں کی نگرانی یہ ہے کہ کانوں کو غیبت سننے سے بچاؤ، گانے بجانے سے بچاؤ، دوسروں کی راز کی باتیں سننے سے اپنے کانوں کو بچاؤ۔غرضیکہ ہر وقت گناہوں سے اپنی حفاظت کرنی پڑتی ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے دنیا کو مومن کا قید خانہ فرمایا گیا ہے۔

کافر احکامِ الٰہی سے آزاد

الدنیا جنت الکافر۔ دنیا کافر کے لئے جنت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کافر کے سامنے تو عقیدۂ آخرت ہے ہی نہیں اور اعمال کی جوابدہی کا تصور اس کے پاس نہیں۔اس لئے وہ کھانے پینے میں، پہننے اوڑھنے میں، دیکھنے چھونے میں جس طرح چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔احکام الٰہی کی پابندی نہیں کرتا، وہ احکامِ الٰہی سے آزاد رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔

لُبِّ لُباب

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کا لب لباب یہ ہے کہ مومن قرآن وسنت اور احکام الٰہی کا پابند بن کر زندگی بسر کرتا ہے اور کافر قرآن وسنت اور احکام الٰہی سے آزاد رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔

لہٰذا مومن بندے کو چاہئے کہ وہ دنیا میں رہ کر اللہ پاک کے احکام کے مطابق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے موافق پابند بن کر چلے تاکہ دنیا وآخرت میں مکمل طور پر کامیاب ہو سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں رہ کر اپنے احکام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اسلامی ناموں کی فہرست

اسلامی ناموں اور کنیت، لقب اور نسبت ونسب سے متعلق شرعی وفقہی احکام

اور بچوں وبچیوں کے معتبر اسلامی ناموں کی فہرست

ناموں کا اصل تلفظ اور ان ناموں کے معانی اور نسبت

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ محرم: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ محرم ۶۵۱ھ: میں حضرت ابوالتقی صالح بن شجاع بن محمد بن سیدہم بن عمرو مدلجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۳ ص ۲۹۰)

□......ماہِ محرم ۶۸۴ھ: میں حضرت امِ یحییٰ ست العرب بنت یحییٰ بن قایماز کندیۃ دمشقیہ رحمہا اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۸۸)

□......ماہِ محرم ۶۸۴ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محبّ عبداللہ بن احمد بن ابی بکر مقدسی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۲۰)

□......ماہِ محرم ۶۹۲ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالقاہر بن ہبۃ اللہ حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۹۶)

□......ماہِ محرم ۶۹۴ھ: میں حضرت عبداللہ بن احمد بن فخر الدین محمد بن عبدالوہاب انصاری دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۱۹)

□......ماہِ محرم ۶۹۵ھ: میں حضرت امِ محمد زینب بنتِ علی بن احمد بن فضل واسطی رحمہا اللہ کی وفات ہوئی۔ (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۵۳)

□......ماہِ محرم ۶۹۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن بلغز بن محمد بن بلغز بن دارۃ بعلبکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۷۹)

□......ماہِ محرم ۶۹۶ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالخالق بن عبدالسلام بن سعید بن علوان معری بعلبکی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۵۲)

□......ماہِ محرم ۶۹۶ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن عبدالصمد بن عبداللہ عدل بن عبداللہ بن حیدرہ سلمی زبدانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۳۷۴)

□......ماہِ محرم ۶۹۶ھ: میں حضرت ابوتغلب بن احمد بن ابی تغلب بن ابی الغیث نجم الدین فاروثی واسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۴۲۲)

☐...... ماہِ محرم ۶۹۷ھ: میں حضرت ابو محمد عبدالکریم بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن مغیزل عبدی حموی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۴۱۳)

☐...... ماہِ محرم ۶۹۸ھ: میں حضرت فاطمہ بنت صالح حسین بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن آمدی رحمہا اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۰۵)

☐...... ماہِ محرم ۶۹۸ھ: میں حضرت جمال الدین محمد بن سلیمان بن حسن بن حسین نقیب بلخی دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۹۳)

Idara Ghufran

علم کے مینار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:2) مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات وواقعات

اہلسنت والجماعت کے چار ائمہ ہیں۔

پہلے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (وفات 150ھ) دوسرے امام مالک رحمہ اللہ (وفات 189ھ) تیسرے امام شافعی رحمہ اللہ (وفات 204ھ) چوتھے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (وفات 241ھ)۔

ان حضرات نے اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں اور مجتہدانہ بصیرت کی بناء پر اپنے اپنے دور میں حسب ضرورت قرآن وحدیث سے مسائل فقہ مرتب کیے، اس طرح ان ائمہ کے زیر اثر چار فقہی مکاتب فکر (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) وجود میں آئے۔

یوں امام ابوحنیفہ کے مقلدین حنفی، امام مالک کے مقلدین مالکی، امام شافعی کے مقلدین شوافع اور امام احمد بن حنبل کے مقلدین حنبلی کہلائے۔

مذکورہ تین ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے حالات وواقعات کا ذکر تو پہلے گزر چکے ہے، اب ذیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات وواقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نام ونسب

نام نعمان بن ثابت، ابوحنیفہ کنیت، اور امام اعظم آپ کا لقب ہے۔

آپ کے شجرۂ نسب کے سلسلہ میں آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد کا بیان ہے کہ:

''میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں، ہم لوگ فارسی النسل ہیں، اور ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے، میرے دادا ابوحنیفہ 80ھ میں پیدا ہوئے، اور میرے پردادا بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علی ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر وبرکت کی دعاء فرمائی، اور ہمیں اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ دعاء قبول فرمائی''۔

Idara Ghufran

امام صاحب عجمی النسل تھے، اور آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد کے مذکورہ قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا خاندان فارس کا ایک معزز، رئیس اور مشہور ومعروف خاندان تھا، کیونکہ ''مرزبان'' فارس میں شہر کے معزز لوگوں کا کہا جاتا تھا، اور آپ کے پردادا کا لقب ''مرزبان'' تھا۔ ۱

آپ کی پیدائش سن 80ھ میں عراق کے دارالحکومت کوفہ میں ہوئی، اس نسبت سے بعض دفعہ آپ کے نام کے ساتھ آپ کے جائے پیدائش کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''کوفی'' بھی لگایا جاتا ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی، اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ ۲

آپ کا شمار کبار تابعین میں کیا جاتا ہے، کیونکہ اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور تابعینِ عظام کی کثرت تھی، جس کے دم سے کوفہ کی گلی گلی دارالعلم بنی ہوئی تھی، ہر طرف دینی وعلمی مجلسیں اور حضرات صحابہ و کبار تابعین کے طبقے قائم تھے، اسی ماحول میں آپ نے ہوش سنبھالا، مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے، اس وقت موجود تھے، اور آپ کی وفات 93ھ میں ہوئی تھی، اور اسی طرح ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ 110ھ تک موجود رہے، اور آپ نے ان حضرات کی زیارت فرمانے کے ساتھ ساتھ ان سے شرفِ قبولیت بھی حاصل کیا، اور آپ کی بہت ساری روایات حضراتِ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے بلاواسطہ منقول ہیں (جن کا مختصر ذکر بعد میں آئے گا) ۳

---

۱ أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان ابن المرزبان من أبناء فارس الأحرار والله ما وقع علينا رق قط ولد جدی فی سنة ثمانين وذهب ثابت إلى علی بن أبی طالب رضی الله عنه وهو صغير ودعا له بالبركة فيه وفی ذريته ونحن نرجو من الله ان يكون قد استجاب الله ذلک لعلی بن أبی طالب رضی الله عنه فينا (أخبار أبی حنيفة وأصحابه، ص ١٦)

المَرازِبة :الرؤساء ، الواحد مرزبان، وهی كلمة أعجميةَ (المجموع المغيث فی غريبی القرآن والحديث)

المرازبة؛ جمع مرزبان وهو كبيرهم وأميرهم (اساس البلاغة)

۲ ولد رضی الله عنه وأرضاه فی حياة الصحابة سنة ثمانين بالكوفة فی خلافة عبد الملک بن مروان . وهذا هو الأثبت والأصح والأحوط (مسند أبی حنيفة، لابی نعيم الاصبهانی، ص ١٠٦)

۳ ذكره الذهبی فی "التذكرة "وفی "السير "فی الطبقة الخامسة من التابعين.........كان من الأئمة الأربعة وأصحاب المذاهب المتبوعة وأقدمهم وفاة وأدرک جماعة من الصحابة وعاصرهم، وعدهم المحدث محمد هاشم السندی فی ثبته المعروف بـ "إتحاف الأكابر فی مرويات الشيخ عبد القادر "فبلغ عددهم إلى إحدى وعشرين صحابيا، وروى عن جماعة من الصحابة.........و من فضائله أنه روى عن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ فإن العلماء اتفقوا على ذلک واختلفوا فی عددهم (مسند أبی حنيفة، لابی نعيم الاصبهانی، ص ١٠٦)

Idara Ghufran

خاندانی ذریعۂ معاش ریشم اور ریشمی کپڑے کی تجارت تھی۔ ؎1

بشارتِ نبوی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لو كان الدين عند الثريا، لذهب به رجل من فارس -أو قال -من أبناء فارس حتى يتناوله (مسلم، رقم الحديث ٢٥٤٦"٢٣٠")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین (کے علم کے حصول کے لئے) ثریا (ستارہ) کے پاس جانا پڑتا، تو تب بھی فارس میں سے ایک شخص یا یہ فرمایا کہ فارسیوں کی اولاد میں سے ایک شخص اسے وہاں جا کر حاصل کر لیتا (مسلم)

مذکورہ حدیث میں اہلِ فارس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور متعدد شارحین نے اس سے فارس کے علماء، مفسرین، محدثین اور فقہاء کو مراد لیا ہے، اور تفسیر کے بڑے امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے قطعی طور پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مراد لیا ہے، وجہ اس کی یہ ذکر فرمائی کہ اہلِ فارس میں سے کوئی بھی امام صاحب کے برابر علم والا نہیں ہو سکا۔

اور اگر دوسرے حضرات کے اقوال مراد لیے جائیں کہ جن میں فارس کے علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین مراد لیے گئے ہیں، تو تب بھی امام صاحب کا شمار ان حضرات میں بزرگ ہستیوں کے طور پر ہوتا ہے۔ ؎2

؎1 أبو حنيفة النعمان بن ثابت كوفي تيمي من رهط حمزة الزيات، وكان خزازا يبيع الخز (تاريخ بغداد لابى بكر البغدادى، ج١٣، ٣٢٦، ابى حنيفة)

؎2 وقال :الكرماني أي :الفرس يعني العجم وفيه نظر لا يخفى ثم إنهم اختلفوا في آخرين منهم فقيل :هم التابعون وقيل :هم العجم وقيل أبناؤهم، وقيل :كل من كان بعد الصحابة .وقال أبو روق جميع من أسلم إلى يوم القيامة .وقال القرطبي :أحسن ما قيل فيهم أنهم أبناء فارس بدليل هذا الحديث، لناله رجال من هؤلاء، وقد ظهر ذلك بالعيان فإنهم ظهر فيهم الدين وكثر فيهم العلماء وكان وجودهم كذلك دليلا من أدلة صدقه صلى الله عليه وسلم(عمدة القارى، ج١٩، ص ٢٣٥)

(لو كان الإيمان عند الثريا) نجم معروف وفي رواية لأبي يعلى والبزار لو كان الإيمان معلقا بالثريا وفي رواية للطبراني لو كان الدين معلقا بالثريا (لتناوله رجال من فارس) وأشار إلى سلمان الفارسي قال ابن عربي :وفي تخصيصه ذكر الثريا دون غيرها من الكواكب إشارة بديعة لمثبتي الصفات السبعة لأنها سبعة كواكب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شکل وصورت

علامہ ابوبکر خطیب بغدادی امام ابو یوسف، حماد بن اسماعیل اور متعدد حضرات سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ متوسط قد، اور حسین وجمیل جوان تھے، اور بولنے میں غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور خوش آوازی کے مالک تھے۔

اور ایک دوسری جگہ نقل فرماتے ہیں کہ:

آپ کی داڑھی خوبصورت تھی، دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی، آپ عمدہ کپڑے اور بارعب لباس اور اچھے جوتے پہنتے تھے، عمدہ خوشبو کا استعمال کیا کرتے تھے، آپ کی مجلس پروقار اور بارعب ہوا کرتی تھی، مجموعی طور پر آپ کی شخصیت سنجیدہ، باوقار اور رعب والی تھی۔

آپ کی گفتگو میٹھی اور تکلف سے پاک تھی، اور آواز صاف اور بلند تھی، مشکل سے مشکل اور پیچیدہ مضامین آپ انتہائی فصاحت وبلاغت اور صفائی سے ادا کرسکتے تھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فافهم .وقال فی معجم البلدان :العرب إذا ذكرت المشرق كله قالوا فارس فعنى فی الحديث أهل خراسان لأنک إن طلبت مصداق الحديث فی فارس لم تجده لا أولا ولا آخرا وتجد هذه الصفات نفسها فی أهل خراسان دخلوا فی الإسلام رغبة ومنهم العلماء والنبلاء والمحدثون والمتعبدون وإذا حررت المحدثين من كل بلد وجدت نصفهم من خراسان وجل رواة الرجال منها وأما أهل فارس فكنار خمدت لم يبق لهم بقية بذكر ولا شرف(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۷۴۵۹)

[1] قال أبو نعيم :وكان أبو حنيفة حسن الوجه، حسن الثياب، طيب الريح، حسن المجلس، شديد الكرم، حسن المواساة لإخوانه.

أخبرنا الخلال، أخبرنا الحريری أن النخعی حدثهم قال :حدثنا محمد بن علی بن عفان قال :سمعت نمر بن جدار يقول :سمعت أبا يوسف يقول :كان أبو حنيفة ربعا من الرجال ليس بالقصير، ولا بالطويل، وكان أحسن الناس منطقا، وأحلاهم نغمة، وأنبههم على ما يريده.

وقال النخعی :حدثنا محمد بن جعفر بن إسحاق عن عمر بن حماد بن أبی حنيفة أن أبا حنيفة كان طوالا تعلوه سمرة، وكان لباسا حسن الهيئة كثير التعطر، يعرف بريح الطيب إذا أقبل وإذا خرج من منزله قبل أن تراه (تاريخ بغداد لابی بكر البغدادی، ج۱۳، ۳۳۱، صفة ابی حنيفة)

بچپن کا زمانہ

آپ کے بچپن کا زمانہ نہایت پُرخطر تھا، خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر تھا، جو کہ ظلم وستم کے پڑھائے ڈھانے میں یکتائے زمانہ اور یدطولیٰ رکھتا تھا، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان جیسی دوسری بہت سی بزرگ ہستیاں حجاج بن یوسف کے مظالم کا شکار تھیں، گویا ہر طرف ایک طرح کی قیامت برپا تھی، اور حجاج بن یوسف کے مظالم کا نشانہ اور اس سفاکیاں زیادہ تر ان ہی لوگوں کی طرف مبذول تھیں، جو ائمہ مذاہب اور علم وفضل کی حیثیت سے امت کے پیشوا ومقتداء تھے۔

چنانچہ جب آپ کی عمر چھ سال تھی، تب خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کی وفات ہوئی، اور اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔

یہ اس رعایا اور ملک کی خوش قسمتی تھی کہ حجاج بن یوسف کا 95ھ میں انتقال ہوا، اور ادھر ساتھ ہی 96ھ میں ولید بن عبدالملک کا بھی انتقال ہوگیا، ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے مسندِ خلافت کو زینت دی۔

چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بنوامیہ میں سب سے افضل وبہتر تھا، اور اس نے اسلامی دنیا پر سب سے بڑا یہ احسان کیا کہ مرنے سے پہلے یہ وصیت کرگیا کہ میرے بعد عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ، جن کو عمرِ ثانی بھی کہا جاتا ہے) کو خلیفہ بنایا جائے۔

چنانچہ سلیمان نے 99ھ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مسندِ خلافت پر بیٹھے، جن کے عدل وانصاف کی مثالیں آج بھی امت دینے پر مجبور ہے، اور آپ کا علم وعمل غیر معمولی طور پر مشہور ومعروف ہے۔

اور اس زمانہ کی نسبت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ولید شام میں، حجاج عراق میں، عثمان حجاز میں، قرہ مصر میں، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھری تھی۔

الغرض حجاج اور ولید کے عہد تک تو آپ تحصیلِ علم کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتے تھے، اور نہ ہی اس کا موقع تھا، خاندانی پیشہ ریشم اور ریشمی کپڑے کا کاروبار تھا، اس لئے اسی کو اختیار کیا، اور حسنِ تدبیر سے اس کو بھی کافی ترقی دی۔

(جاری ہے..........)

تذکرۂ اولیاء　　حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (قسط21)　　مولانا محمد ناصر

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد

مؤرخین کے بقول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار نکاح کیے تھے۔

ایک قتیلہ بنت عبدالعزی، دوسری ام رومان بنتِ عامر بن عمیرہ، تیسری حضرت اسماء بنتِ عمیس اور چوتھی حبیبہ بنتِ خارجہ تھیں۔

قتیلہ بنت عبدالعزی

مؤرخین کے بقول قتیلہ بنت عبدالعزی کا اسلام مشکوک ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ یہی قتیلہ تھیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب بہت ہیں۔

اُمِ رومان

حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کا صحابیات میں بڑا مقام اور مرتبہ ہے، آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی والدہ ہیں، حضرت اُمِ رومان پہلے عبداللہ بن حارث بن سخبرہ نامی شخص کی بیوی تھیں، ان کی وفات کے بعد حضرت اُمِ رومان، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عقد میں آ گئیں، روایت ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اُترے تھے، اور ان کے لئے مغفرت کی دعاء کی تھی۔

اسماء بنتِ عمیس

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کا شمار پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں میں ہوتا ہے، آپ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت جعفر کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں آ گئی تھیں،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضرت اسماء کی بزرگی کے قائل تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر کی وصیت تھی کہ ان

Idara Ghufran

کو غسلِ جنازہ حضرت اسماء دیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت اسماء بنتِ عمیس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقدِ نکاح میں چلی گئی تھیں۔

حبیبہ بنتِ خارجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ازواج میں حضرت حبیبہ بنتِ خارجہ کا ذکر بھی ملتا ہے، بعض اہلِ علم نے ان کا نام ملیکہ بنتِ خارجہ بھی بتلایا ہے، لیکن زیادہ صحیح نام حبیبہ بنتِ خارجہ کو ہی قرار دیا گیا ہے، یہ بھی صحابیہ تھیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی حضرت امِ کلثوم کی والدہ تھیں۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یہ حضرت خبیب بن اساف بن عبہ کے عقدِ نکاح میں چلی گئی تھیں۔ [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

لڑکوں کے نام یہ ہیں، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عبداللہ اور حضرت محمد بن ابوبکر۔

اور لڑکیوں کے نام یہ ہیں، اسماء، عائشہ اور امِ کلثوم۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن تھیں، غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں مشرکین کے ساتھ تھے، صلحِ حدیبیہ کے موقع پر اسلام سے مشرف ہوئے، اور مدینہ آ کر اپنے والد کے ساتھ رہنے لگے۔

عبداللہ بن ابوبکر

---

[1] حبيبة بنت خارجة بن زيد بن أبى زهير بن مالك وقيل هى بنت زيد بن خارجة ويقال اسمها مليكة والصوات الأول وهى زوجة أبى بكر الصديق رضى الله عنه تعالى (الوافى بالوفيات، ج ١١، ص ٢٣١)

[2] حبيبة بنت خارجة بن زيد بن أبى زهير بن مالك بن امرء القيس بن مالك الأغر وأمها هزيلة بنت عتبة بن عمرو بن خديج بن عامر بن جشم وأخوها لأمها سعد بن الربيع بن أبى زهير تزوجها أبو بكر الصديق فولدت له أم كلثوم ثم خلف على حبيبة بعد أبى بكر خبيب بن إساف بن عنبة بن عمرو أسلمت حبيبة وبايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم (الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص ٣٦٠)

Idara Ghufran

حضرت عبداللہ بن ابوبکر کی والدہ قتیلہ بنتِ عبدالعزی تھیں، آپ حضرت اسماء کے بھائی تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عبداللہ نے بھی جلد ہی اسلام قبول کرلیا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تھے، تو حضرت عبداللہ ہی رات کے وقت غار میں آ کر قریش کے دن بھر کے حالات بتاتے تھے۔

محمد بن ابوبکر

حضرت محمد بن ابوبکر کی والدہ حضرت اسماء بنتِ عمیس تھیں، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مذکر اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔

اسماء بنتِ ابوبکر

حضرت اسماء بہنوں میں سب سے بڑی تھیں، یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد جلد ہی اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں، آپ کا لقب ذات النطاقین تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے لئے روانہ ہونے لگے تھے، تو اس وقت سفر کے لئے جو ناشتہ دان تھا، اس کے منہ پر باندھنے کے لئے کچھ نہ تھا، حضرت اسماء نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کئے اور اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا، اسی وجہ سے آپ کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے، یعنی ''دو کمر بند والی''۔

اُم المؤمنین صدیقہ عائشہ

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ رومان کے بطن سے تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سب سے چہیتی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب زوجہ تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج شناس تھیں، اور علم میں بہت بلند مقام اور مرتبہ رکھتی تھیں، آپ کی سوانح پر دیگر کتب کے علاوہ اردو زبان میں مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کی ''سیرتِ عائشہ'' نامی کتاب بھی موجود ہے۔

امِ کلثوم

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت حبیبہ بنتِ خارجہ کے بطن سے تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں یہی ایک تابعیہ ہیں۔

Idara Ghufran

پیارے بچو! حافظ محمد ریحان

جنات وشیاطین (قسط:4)

جنات کا پیارے نبی ﷺ سے قرآن مجید سننا

پیارے بچو! پہلے بتایا جا چکا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے اور آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے اور فرشتوں کی گفتگو کو چھپ چھپا کر کان لگا کر تھوڑی بہت سن لیتے، فرشتوں کی یہ گفتگو زمین پر اللہ کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے بارے میں ہوتی، مگر جب پیارے نبی ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان ہو گیا تو جنات کا آسمان پر داخلہ بند ہو گیا، فرشتوں کا پہرا سخت ہو گیا، جب بھی کوئی جن آسمان پر جاتا تو فرشتے اسے وہاں سے مار مار کر بھگاتے، جنات نے یہ سارا معاملہ آ کر اپنے گرو شیطان سے ذکر کیا اور کہنے لگے کہ ہمارا آسمانوں پر داخلہ بند ہو گیا ہے۔ شیطان نے کہا دنیا میں ایسا کچھ تو نیا ہوا ہے جس کی وجہ سے تم لوگوں کا جانا بند ہو گیا، یہ کہہ کر شیطان نے ایک ایک ٹولا اور گروپ دنیا کی مختلف جگہوں کی طرف روانہ کر دیا اور کہا: دیکھو اور ڈھونڈو اس چیز کو جس کی وجہ سے تمہارا داخلہ بند ہوا ہے، جنات کے مختلف گروہ مختلف ملکوں اور شہروں کی طرف نکلے، ایک گروہ جو عرب کے علاقے کی طرف گیا، وادی نخلہ جو مکہ مکرمہ سے تقریباً (اس وقت کے) ایک رات کے فاصلے پر واقع جگہ تھی، وہاں سے جنات کے اس گروہ جس میں سات جن تھے، گزر ہوا کہ اچانک انہوں نے کسی کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا، یہ اور کوئی نہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ ہی تھے، جو صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے، جنات یک دم رُک گئے اور ایک دوسرے کو خاموش ہونے کو کہنے لگے، اور قرآن مجید کو غور اور دھیان سے سننے لگے، قرآن مجید کو سنتے ہی سب چیزوں کو بھول گئے، اور کہنے لگے یہی وہ واقعہ ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہوا۔ سات کے سات جن پیارے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور لگے دوڑنے اپنی قوم کی طرف کہ انہیں بتائیں کہ ہم ایک ایسے کلام کو سن کر آ رہے ہیں جس سے عظیم اور بڑی چیز اس دنیا میں کوئی نہیں۔ جب اپنی قوم کی طرف پہنچے تو ان سے کہنے لگے سنو بھائیو: ہم ایک ایسا کلام سن کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (یعنی تورات) کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اے بھائیو: اللہ کی پکار اور

بلاوے کا جواب دو، اللہ اوراس کے نبی پر ایمان لے آؤ اور جو اللہ پر ایمان نہ لایا اوراس کے نبی کی کتاب کو نہ مانا تو اس کا روئے زمین میں کوئی مددگار کوئی دوست کوئی فرینڈ (Friend) نہیں جو اس کی اللہ کے خلاف مدد کرے۔

ان کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ ستر جن تیار ہو گئے اور لگے چلنے پیارے نبی ﷺ کی طرف، سو جب مکہ پہنچے تو آپ ﷺ ہمراہ حضرت ابن مسعود کے جنات کو قرآن سنانے گئے۔ [1]

جنات کے پاس پہنچنے سے پہلے پیارے نبی ﷺ نے ایک دائرہ لگایا اور حضرت ابن مسعود کو اس میں بیٹھنے کو کہا اور فرمایا کہ اس سے باہر مت نکلنا، پیارے نبی نے جنات کو قرآن مجید سنایا اور جنات نے اپنے کھانے اور خوراک کے بارے میں پوچھا تو پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خوراک ہڈیاں ہیں جنہیں اللہ تمہارے لئے گوشت سے بھر دے گا اور جانوروں کا گوبر اور لید تمہارے جانوروں کا کھانا ہے (جس میں اللہ تمہارے جانوروں کے لئے غذائیت بھر دے گا) جس کے بعد پیارے نبی ﷺ نے ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے سے منع فرمایا: اوراسی وجہ سے ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنا مکروہ اور ناپسند ہے۔

پیارے بچو! اللہ پر ایمان اور صحیح دین کی ہدایت اللہ پاک کی اس دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے، جنات کتنی سرکش مخلوق ہے، لیکن ان کی ایک جماعت نے جب قرآن سنا، ہدایت کی آواز سنی، تو ان کے دل نرم ہو گئے، انہوں نے فوراً قرآن کو، ہدایت کی تعلیمات کو، اللہ کے پیارے رسول کی دعوت کو قبول کیا، اور پھر جا کر اپنی قوم کو بھی اسے قبول کرنے کی دعوت دی۔

ہم مسلمان ہیں، اللہ نے اپنے فضل سے صحیح دین کی یہ نعمت ہمیں عطا کی ہے، ہمیں چاہئے کہ دین پر چلیں، اور دوسرے کو بھی دین کی طرف، اللہ اور رسول کی طرف بلائیں۔

اس واقعہ سے حاصل ہونے والے فوائد

گزشتہ اور مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک تو جنات پیارے نبی سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایمان رکھتے، اوران کے مذہب پر عمل پیرا تھے، یا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذہب کے پابند نہیں تھے، مگر

[1] قلت: هذه الرواية ذكروها اصحاب التفاسير فی كتبهم، وروايةٌ اخرى فيها ذكر ان ابن مسعود رضی الله عنهما ماكان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی ليلة الجن الأخرى ،واستفدت من تفسير القرطبی وابن كثير و روح المعانی من شاء فليراجع(محمد ريحان)

ان کی لائی ہوئی باتوں اور خبروں کو جانتے تھے۔ [1]

دوسرا فائدہ یہ کہ جنات کی قوم میں تبلیغ اور دین کی اشاعت کا وہی طریقہ ہے، جو انسانوں میں تھا، اور ہے۔ [2]

---

[1] قلت فی القرآن: قالوا یاقومنا إنا سمعنا کتابا أنزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیه یهدی إلی الحق وإلی طریق مستقیم الخ. هذه الآیة تدل علی ان الجان کانوا یعلمون ویؤمنون ان موسیٰ نبی الله وانزل الله تعالیٰ علیه التوراة ، أو کانوا یکلفون دین موسیٰ (محمد ریحان)

[2] وفی القرآن: فلما حضروه قالوا انصتوا ، فلما قضی ولوا الیٰ قومهم منذرین. الخ.
علم ان الجان لما سمعوا القرآن فرجعوا الیٰ قومهم منذرین، وبعد ذلک فی القرآن: قالوا یقومنا انا سمعنا کتابا الخ. فهذه الآیة برهان علیٰ ان الجان یبلغون احد من احد وهذه الطریقة رائج بین الانسان. والله اعلم (محمد ریحان)

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

ماہِ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ

ماہِ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ سے متعلق احکام، اور تاریخی واقعات، اور چند سالانہ غیر شرعی وغیر اسلامی رسمیں

مصنّف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

بزمِ خواتین

مولانا طلحہ مدثر

خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط11)

حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ کا ذکر

معزز خواتین! قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حضرت ایوب علیہ السلام اور انکی اہلیہ کا ذکر موجود ہے ،حضرت ایوب علیہ السلام ،اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے ،جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی بیماری میں مبتلاء کیا تھا ،اب وہ بیماری کیا تھی اسکی تفصیل کسی صحیح حدیث میں ذکر نہی ہوئی ،لہذا اس بیماری کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے ،البتہ وہ بہت سخت بیماری تھی جس میں انکا اللہ تعالی کی طرف سے امتحان لینا مقصود تھا ،جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اسکا امتحان بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ''انبیاء علیہم السلام کا امتحان اور آزمائش سب سے سخت ہوتی ہے اسکے بعد درجہ بدرجہ دوسرے نیک لوگوں کی'' اور ایک اور حدیث میں ہے کہ'' آدمی کو اسکے دین کے اعتبار سے آزمائش میں مبتلاء کیا جاتا ہے''،اس بیماری کے زمانے میں انکے تمام اہل وعیال اور اولاد انکو چھوڑ گئے تھے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ سب انتقال کر گئے تھے سوائے انکی اہلیہ کے وہ انکی تیمارداری اور خدمت میں اکیلی ہی مصروف رہتی تھیں بعض تاریخی روایات کے مطابق انکا نام''رحمتہ'' یا ''ماخیر'' تھا اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں ،اسی بیماری کے زمانے میں ایک دن شیطان طبیب کا لبادہ اوڑھ کر آیا ،انکی اہلیہ نے اس کو واقعی طبیب سمجھ کر اپنے شوہر کے علاج کی درخواست کی اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے خاوند کا علاج معالجہ کرسکتا ہوں جس سے وہ صحتیاب ہو جائیں گے اور مجھے اسکا کچھ معاوضہ بھی نہیں چاہیے بس صحتیابی کے بعد تم صرف اتنا کہہ دینا کہ اسکو تو نے شفا دی ہے جس پر بیوی نے آمادگی ظاہر کر دی ،اس واقعہ کا ذکر انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا گو کہ انکی اہلیہ کے دل میں شرکیہ عقیدہ نہیں تھا لیکن ان بزرگ ہستی کی شان کے خلاف تھا اسی لئے اس بات پر حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت دکھ ہوا اور قسم کھالی کہ اگر میں شفایاب ہو گیا تو اپنی بیوی کو ۱۰۰ قمچیاں (چھڑی یا پتلی لچکدار شاخ) ماروں گا ،اور اللہ تعالی سے نہایت عاجزی کے ساتھ شیطان کے دکھ پہچانے کی شکایت کی ،چنانچہ اللہ تعالی نے انکی دعا قبول فرمائی اور انکو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم فرمایا،

Idara Ghufran

جس سے چشمہ پھٹ پڑا حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سے غسل کیا اور اس پانی کو پیا جس سے اللہ تعالی نے انکو شفا عطا فرمادی، اب جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری ختم ہوگئی تو سخت پریشان ہوئے کہ ایسی باوفا بیوی کو کیسے تکلیف پہنچاؤں جس نے بیماری کے دوران خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لہذا اللہ تعالیٰ نے انکو خود ہی ایک طریقہ کار بتادیا جس سے انکی اہلیہ کو نا قابل برداشت تکلیف بھی نہ ہو اور قسم بھی پوری ہوجائے چنانچہ فرمایا کہ ایک مٹھی میں تنکے لو اور ایک ہی مرتبہ میں ماردو اور اپنی قسم پوری کرلو!

قرآن مجید میں سورہ ص میں اس واقعہ کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ. ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ. وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ. وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (سورہ ص، رقم الآیات ۴۱ تا ۴۴)

ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو، جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ ''شیطان مجھے دکھ اور تکلیف دے گیا ہے۔'' (۴۱) (ہم نے ان سے کہا) ''اپنا پاؤں زمین پر مارو! یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کے لئے بھی اور پینے کے لئے بھی'' (۴۲) اور ہم نے انہیں انکے گھر والے بھی عطا کردیئے اور انکے ساتھ اتنے ہی اور بھی تا کہ ان پر ہماری رحمت ہو، اور عقل والوں کے لئے ایک یادگار نصیحت۔ (۴۳) اور اپنے ہاتھ مین تنکوں کا ایک مٹھا لو اور اس سے ماردو، اور اپنی قسم مت توڑو۔'' حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بہت صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لولگائے ہوئے تھے۔ (۴۴)

امیر کی طاعت کرنے، بدعات سے بچنے اور صحابہ کرام کو مشعلِ راہ بنانے کا حکم

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِيْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسند احمد، ۱۷۱۴۴)

ترجمہ: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ (تمہارا امیر) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، تم اس (میرے اور میرے خلفائے راشدین کی) سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

Idara Ghufran

دنیاوآخرت کی کامیابی کامعیار

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِیْ (ترمذی، ۲۶۴۱)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے بہتّر (۷۲) فرقے ہوگئے، اور میری امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرقہ ہے کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا وآخرت میں کامیابی اللہ اور اس کے رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب کے بتائے ہوئے طریقہ میں ہی ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا جنت کے بجائے جہنم کے راستہ کو اختیار کرنا ہے۔

Idara Ghufran

لوگوں سے بلا وجہ سوال کرنے (یعنی مانگنے) پر سخت عذاب کی وعید

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰی یَأْتِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَیْسَ فِیْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ (مسلم، ۱۰۴۰ "۱۰۴")

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کے چہرے میں گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (مسلم)

اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَأَنْ یَّغْدُوَ أَحَدُکُمْ فَیَحْطِبَ عَلٰی ظَهْرِهٖ فَیَتَصَدَّقَ بِهٖ وَیَسْتَغْنِیَ بِهٖ مِنَ النَّاسِ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ یَّسْأَلَ رَجُلًا أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ ذٰلِکَ فَإِنَّ الْیَدَ الْعُلْیَا أَفْضَلُ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (مسلم، ۱۰۴۲ "۱۰۶")

ترجمہ: تم میں سے کوئی صبح کو نکل جائے، پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کی گٹھری لاد کر لائے، پھر اس کو صدقہ کردے، اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی ہوجائے (یعنی اس کو فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرلے، اور لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) یہ بہتر ہے، اس سے کہ وہ کسی آدمی سے سوال کرے، جو اس کو دے دے یا اسے منع کردے، پس بے شک اوپر والا (یعنی سوال نہ کرنے بلکہ دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی سوال کرنے والے) ہاتھ سے افضل ہے (مسلم)

Idara Ghufran

قبروں کوعبادت گاہ بنانے، چراغاں کرنے،اور مختلف بدعات کرنے کی ممانعت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (ترمذی، ۳۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کوسجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے (ترمذی)

اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلاَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (مسلم، ۵۳۲"۲۳")

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ، تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کوعبادت گاہ بنالیا تھا، خبردار ہوجاؤ، تم قبروں کوعبادت گاہ مت بنانا، میں نے تم کواس سے منع کردیا ہے (مسلم)

معلوم ہوا کہ قبروں کوعبادت گاہ بنانے، ان پرسجدہ کرنے، چڑھاوے چڑھانے، چراغاں کرنے اوراس قسم کی دوسری بدعات کے مرتکبین پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔اعاذنا الله منه۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

نکاح کے ولیمہ کا جائز اور افضل وقت

سوال

نکاح کے ولیمہ کا وقت کب شروع ہوتا ہے، اور کب تک باقی رہتا ہے، اس کی تحقیق مطلوب ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں تیسرے دن ولیمہ کی ممانعت آئی ہے، یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے، اور کیا تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ کرنا واقعتاً ناجائز ہے؟

اگر ایسا ہے، تو بعض اوقات مجبوری کی وجہ سے تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ کرنا پڑ جاتا ہے، ایسے موقع پر کیا کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب

پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کرنا سنت ہے، اور مالکیہ کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

البتہ بعض حضرات کا قول ولیمہ کے واجب ہونے کا ہے، بشرطیکہ اس پر قدرت ہو، خواہ ولیمہ تھوڑی ہی مقدار میں کیوں نہ کیا جائے۔

اور کوئی معقول عذر نہ ہو، تو ولیمہ میں شرکت کرنا سنت اور بعض کے نزدیک واجب ہے، اور اگر کوئی عذر ہو، مثلاً کوئی مریض ہو یا ولیمہ والی جگہ زیادہ دور ہو، یا اسی طرح کا کوئی اور معقول عذر ہو تو دعوت قبول کرنا سنت یا واجب نہیں، اور اگر ولیمہ میں کوئی گناہ ومنکر وغیرہ شامل ہو، تو پھر شرکت جائز بھی نہیں۔

پھر فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کی کوئی مخصوص مقدار اور مخصوص کھانا مقرر نہیں، بلکہ جو چیز بھی اور جتنی مقدار میں بھی کھلا، پلا دی جائے، اس سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

البتہ اگر کسی کو خاص تکلف کے بغیر قدرت واستطاعت ہو، تو بعض حضرات کے نزدیک ولیمہ میں کم از کم ایک درمیانہ درجہ کی بکری کا گوشت کھلانا افضل ہے۔

Idara Ghufran

لیکن اسراف (یعنی فضول خرچی) اور ریا کاری اور فخر وتفاخر اور نام ونمود سے بچنا بہرحال ضروری ہے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ بعض روایات میں تیسرے دن ولیمہ کرنے کو دکھلاوا اور شہرت قرار دیا گیا ہے، لیکن اُن روایات کی سندوں پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

چنانچہ حضرت زہیر بن عثمان کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْوَلِيْمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِيَ مَعْرُوْفٌ، وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَّرِيَاءٌ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے (دن) ولیمہ حق ہے، اور دوسرے دن معروف (یعنی رائج) ہے، اور تیسرے دن نام آوری اور دکھاوے کا باعث ہے (ابوداؤد)

اس حدیث کی سند ضعیف قرار دی گئی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۳۷۴۵، کتاب الاطعمة، باب فی کم تستحب الولیمة.

[2] قال شعیب الارنوؤط:

إسناده ضعيف لجهالة عبد الله بن عثمان الثقفي، وزهير بن عثمان مختلف في صحبته تفرد بالرواية عنه عبد الله بن عثمان. وقال البخاري فيما نقله عنه البيهقي(۷/۲۶۱) لا يصح إسناده.

همام: هو ابن يحيى العَوْذي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي. والحسن: هو ابن أبي الحسن البصري.

وأخرجه النسائي في "الكبرى(۶۵۶۱)" من طريق عفان بن مسلم، بهذا الإسناد.

وأخرجه عبد الرزاق (۱۹۶۶۰) من طريق معمر، عن قتادة، وابن أبي شيبة ۱۴/۱۳۰ من طريق عوف الأعرابي، والنسائي(۶۵۶۲) من طريق يونس بن عُبيد، عن الحسن البصري، مرسلاً.

وهو في "مسند أحمد(۲۵۳۲۴)" و(۲۰۳۲۵).

وفي الباب عن ابن مسعود عند الطبراني(۸۹۶۷) موقوفاً، وعند الترمذي(۱۱۲۲) والبيهقي(۷/۲۶۰) مرفوعاً، وفيهما عطاء بن السائب كان قد اختلط، والراوي عنه زياد بن عبد الله ممن سمع منه بعد الاختلاط كما قال الحافظ في "التلخيص (۳/۱۹۵).

وعن أبي هريرة عند ابن ماجه(۱۹۱۵) وفي إسناده عبد الملك بن حسين النخعي متروك الحديث.

وعن أنس عند البيهقي(۷/۲۶۰ - ۲۶۱) وفي إسناده بكر بن خُنيس، وهو ضعيف.

وعن وحشي عند الطبراني في "الكبير(۲۲/۳۶۲)" وعن ابن عباس عنده أيضاً(۱۱۳۳۱) وقال الحافظ في "التلخيص(۳/۱۹۶)" إسنادهما ضعيف.

والأثر الذي رواه قتادة عن رجلٍ عن سعيد بن المسيب أخرجه أحمد في "العلل(۵۴۶۸)" والدارمي(۱۹۱۵) والبيهقي(۷/۲۶۰) (حاشية سنن ابی داود)

اوراس طرح کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مگراس روایت کی سند کو اہلِ علم حضرات نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

اس طرح کی اور بھی روایات ہیں، جن کی اسناد پر کلام ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعض روایات سند کے اعتبار سے شدید ضعیف اور بعض روایات ضعیف ہیں، جن سے تیسرے دن ولیمہ کی فی نفسہٖ حرمت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اور تیسرے دن ولیمہ کے عدمِ جواز کی اس سے کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بعض ازواجِ مطہرات کے نکاح پر تیسرے دن تک ولیمہ کا ثبوت پایا جاتا ہے، اس لئے تیسرے دن یا اس کے بعد کے ولیمہ کو فی نفسہٖ ناجائز قرار دیا جانا مشکل ہے، البتہ تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ سے فخر وتفاخر مقصود ہو، تو پھر ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ [3]

---

[1] عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الوليمة أول يوم حق، والثانی معروف، والثالث رياء وسمعة(سنن ابن ماجه. رقم الحديث ١٩١٥)

[2] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده ضعيف جدًا، عبد الملك بن حسين أبو مالك النخعی متروک الحديث.
منصور :هو ابن المعتمر، وأبو حازم :سلمان الأشجعی.
وأخرجه بحشل فی "تاريخ واسط "ص ١٢٥، والطبرانی فی "الأوسط(٢١١٦)"
و(٧٣٩٣)من طريق يزيد بن هارون، بهذا الإسناد.
وفی الباب عن رجل أعور من ثقيف عند أبی داود(٣٧٤٥)والنسائی فی "الكبرى(٦٥٢١)"
وهو فی "مسند أحمد(٢٠٣٢٤)"وإسناده ضعيف.
وعن ابن مسعود عند الترمذی (١١٢٢)وسنده ضعيف أيضًا.
وانظر تمام شواهده فی "المسند "ولا شیء منها يصلح للاعتبار (حاشية سنن ابن ماجه)

[3] قال ابو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:
الوليمة أول يوم حق، والثانی معروف، والثالث رياء وسمعة. قال الحافظ :أخرجه أبو داود والنسائی من طريق قتادة عن عبد الله بن عثمان الثقفی عن رجل من ثقيف كان يثنى عليه، إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدری ما اسمه -يقوله قتادة -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-فذكره .قال البخاری :لا يصح إسناده، ولا يصح له صحبة -يعنی لزهير -قال :وقال ابن عمر وغيره عن النبی -صلى الله عليه وسلم" -إذا دعى أحدكم إلى الوليمة فليجب "وهذا أصح.وقد خالف يونس بن عبيد قتادة فی إسناده فرواه عن الحسن عن النبی-صلى الله عليه وسلم -مرسلًا أو معضلا لم يذكر عبد الله بن عثمان ولا زهيرا .أخرجه النسائی ورجحه على الموصول، وأشار أبو حاتم إلى ترجيحه.وقد وجدنا لحديث زهير بن عثمان شواهد منها :عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز بعض تابعین سے سات بلکہ آٹھ دن تک ولیمہ کا ثبوت ملتا ہے، اور اس ولیمہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شرکت کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾أبی هريرة مثله، أخرجه ابن ماجه وفيه عبد الملك بن حسين وهو ضعيف جدًا، وله طريق أخرى عن أبی هريرة أشرت إليها فی باب الوليمة حق، وعن أنس مثله أخرجه ابن عدی والبيهقی وفيه بكر بن خنيس وهو ضعيف، وله طريق أخرى ذكر ابن أبی حاتم أنّه سأل أباه عن حديث رواه مروان بن معاوية عن عوف عن الحسن عن أنس نحوه، فقال :إنّما هو عن الحسن عن النبی-صلى الله عليه وسلم -مرسل .وعن ابن مسعود أخرجه الترمذی بلفظ "طعام أول يوم حق، وطعام يوم الثانی سنة، وطعام يوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به" وقال :لا نعرفه إلا من حديث زياد بن عبد الله البكائی وهو كثير الغرائب والمناكير .قلت: وشيخه فيه عطاء بن السائب وسماع زياد منه بعد اختلاطه فهذه علته، وعن ابن عباس رفعه "فی طعام يوم فی العرس سنة، وطعام ثلاثة أيام رياء وسمعة "أخرجه الطبرانی بسند ضعيف .وهذه الأحاديث وإن كان كل منها لا يخلو عن مقال فمجموعها يدلّ على أن للحديث أصلًا "

روى من حديث زهير بن عثمان ومن حديث أبی هريرة ومن حديث أنس ومن حديث ابن مسعود ومن حديث ابن عباس ومن حديث وحشی بن حرب ومن حديث الحسن البصری مرسلًا.

فأما حديث زهير بن عثمان فأخرجه أحمد(۵/۲۸ و ۳۷۱)والبخاری فی "الكبير(ص ۲/۱/۴۲۵)"والدارمی(۲۰۷۱)وأبو داود(۳۷۴۵)وابن أبی عاصم فی "الآحاد(۱۵۹۴)"والنسائی فی "الكبرى(۶۵۹۶)"وأبو القاسم البغوی فی "الصحابة(۸۹۷)"والطحاوی فی "المشكل(۳۰۲۱)"وابن قانع فی "الصحابة(۲۴۰۱ و۳/۱۲۴)"والطبرانی فی "الكبير(۵۳۰۶)"وأبو نعيم فی "الصحابة(۳۰۷۰)"والبيهقی(۷/۲۶۰)وابن الأثير فی":أسد الغابة (۲/۲۶۴)" والمزی(۹/۴۱۰)من طرق عن همام بن يحيى البصری ثنا قتادة عن الحسن عن عبد الله بن عثمان الثقفی عن رجل أعور من ثقيف، قال قتادة :كان يقال له معروفا، أی يُثنی عليه خيرا، إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدری ما اسمه أنّ النبی-صلى الله عليه وسلم -قال فذكره.

وتابعه هشام الدستوائی عن قتادة به.أخرجه أبو القاسم البغوی(۸۹۷)قال البخاری :لم يصح إسناده، ولا يعرف لزهير صحبة"وقال ابن عدی :والذی قاله البخاری كما قال :لا تصح صحبته ولا يعرف له غير هذا الحديث "الكامل (۳/۱۰۷۸)وقال ابن عبد البر :فی إسناده نظر، يقال :إنّه مرسل، وليس لزهير غيره "الاستيعاب(۴/۲۴) وقال الحافظ :سنده لا بأس به" الإصابة(۴/۲۲)

قلت :زهير بن عثمان مختلف فی صحبته، وقد تفرد عبد الله بن عثمان الثقفی بالرواية عنه .وتفرد الحسن البصری بالرواية عن عبد الله بن عثمان فهو مجهول كما قال الحافظ فی "التقريب"، والحسن وقتادة مدلسان وقد عنعنا، فالإسناد ضعيف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت حفصہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا تَزَوَّجَ أَبِیْ :سِیْرِیْنُ دَعَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾واختلف فی هذا الحدیث علی قتادۃ :فرواہ مَعْمر بن راشد عن قتادۃ عن الحسن عن النبی-صلی اللہ علیہ وسلم -مرسلًا.أخرجہ عبد الرزاق(١٩٦٦٠)
وأما حدیث أبی هریرۃ فأخرجہ ابن ماجہ(١٩١٥)وأسلم فی "تاریخ واسط "(ص ١٢٥) والطبرانی فی "الأوسط(٢١٣٧ و ٧٣٨٩) "من طریق أبی مالک عبد الملک بن حسین النخعی عن منصور بن المعتمر عن أبی حازم عن أبی هریرۃ مرفوعا مثلہ.
قال الطبرانی :لم یَرو هذا الحدیث عن منصور إلا عبد الملک بن الحسین"
قلت :وهو ضعیف الحدیث کما قال الفلاس وأبو زرعۃ وأبو حاتم.
وأما حدیث أنس فأخرجہ ابن عدی(٢/٤٥٨)والبیهقی(٧/٢٦١ - ٢٦٠)من طریق بکر بن خُنیس الکوفی عن الأعمش عن أبی سفیان عن أنس مرفوعا مثلہ .قال البیهقی :ولیس هذا بقوی، بکر بن خنیس تکلموا فیہ"
قلت :هو ضعیف کما قال الفلاس ویعقوب بن شیبۃ والنسائی وغیرهم، وقال الدارقطنی وغیرہ: متروک.طریق أخری :قال ابن أبی حاتم فی "العلل(١/٣٩٨) "سألت أبی عن حدیث رواہ مروان بن معاویۃ الفزاری عن عوف عن الحسن عن أنس مرفوعا "الدعوۃ أول یوم حق، والثانی معروف، وما زاد فهو ریاء "فقال :إنّما هو عن الحسن عن النبی-صلی اللہ علیہ وسلم -مرسل"
وأما حدیث ابن مسعود فأخرجہ الترمذی(١٠٩٧)والطبرانی فی "الکبیر(١٠٣٣٢)" وابن عدی (٣/١٠٤٩ ـ ١٠٥٠)والبیهقی(٧/٢٦٠)من طریق زیاد بن عبد اللہ البکائی ثنا عطاء بن السائب عن أبی عبد الرحمن السلمی عن ابن مسعود مرفوعا "طعام أول یوم حق، وطعام یوم الثانی سنۃ، وطعام یوم الثالث سمعۃ ، ومن سمّع سمّع اللہ بہ "اللفظ للترمذی.وقال :حدیث ابن مسعود لا نعرفہ مرفوعا إلا من حدیث زیاد بن عبد اللہ، وزیاد کثیر الغرائب والمناکیر"
وقال البیهقی :حدیث البکائی غیر قوی"وقال الحافظ فی "التلخیص(٣/١٩٥) "قال الدارقطنی :تفرد بہ البکائی عن عطاء عن أبی عبد الرحمن عن ابن مسعود .قلت :وزیاد مختلف فی الاحتجاج بہ ومع ذلک فسماعہ من عطاء بعد الاختلاط"
وأما حدیث ابن عباس فأخرجہ الطبرانی فی "الکبیر(١١٣٣١)"من طریق محمد بن عبید اللہ العَرزَمی عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا "طعام فی العرس یوم سنۃ، وطعام یومین فضل، وطعام ثلاثۃ أیام ریاء وسمعہ"قال الهیثمی :وفیہ محمد بن عبید اللہ العرزمی وهو متروک "المجمع ٤/٥٦.
وقال الحافظ :إسنادہ ضعیف "التلخیص(٣/١٩٦)وأما حدیث وحشی بن حرب فأخرجہ الطبرانی فی "الکبیر(٢٢/١٣٦ ـ ١٣٧)"عن الحسین بن إسحاق التستری ثنا هوبر بن معاذ ثنا محمد بن سلیمان بن أبی داود الحرانی ثنا وحشی بن حرب بن وحشی عن أبیہ عن جدہ مرفوعا "الولیمۃ حق، والثانیۃ معروف، والثالثۃ فخر وحرج"قال الحافظ :إسنادہ ضعیف" التلخیص (٣/١٩٦)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَسَلَّمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَنْصَارِ دَعَاهُمْ وَدَعَا أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قلت :وهو كما قال، فحرب بن وحشى لم يرو عنه إلا ابنه وحشى كما فى "الميزان "فهو مجهول كما قال البزار، وقد ذكره ابن حبان فى "الثقات "على قاعدته.

وأما حديث الحسن فأخرجه النسائى فى "الكبرى(۶۵۹۷)"عن محمد بن عبد الأعلى الصنعانى ثنا يزيد ثنا يونس عن الحسن مرفوعا "الوليمة يوم الأول حق، والثانى معروف، وما فوق ذلک رياء . ورواته ثقات، ويزيد هو ابن زُريع، ويونس هو ابن عبيد .(أنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، تحت رقم الحديث ۴۱۹۵)

و قال الالبانى:

(حديث " :الوليمة أول يوم حق والثانى معروف والثالث رياء وسمعة "رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه *.ضعيف.

أخرجه أحمد (۲۸/۵)وأبو داود(۳۷۴۵) وكذا الطحاوى فى "المشكل (۱۴۶/۴) " والبيهقى(۲۶۰/۷)عن همام عن قتادة عن الحسن عن عبد الله بن عثمان الثقفى عن رجل أعور من ثقيف ـ كان يقال له معروفا ,أى يثنى عليه خيرا ـ إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدرى ما اسمه ـ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :فذكره.

قلت :وهذا إسناد ضعيف من أجل عبد الله بن عثمان الثقفى فإنه مجهول كما فى "التقريب ." وقد اختلفوا فى صحبة زهير بن عثمان ,وقد قال البخارى " :لم يصح إسناده ,ولا نعرف له صحبة .

وتعقبه الحافظ فى "التهذيب "بقوله " :قلت :وقد أثبت صحبته ابن أبى خيثمة وأبو حاتم الرازى وأبو حاتم بن حبان والترمذى والأزدى وقال :تفرد عنه بالرواية عبد الله بن عثمان ."

قلت :ولذلک جزم فى "التقريب "بأن له صحبة.فإن كان ذلک بغير هذا الحديث فحسن , وإن كان به ,فالسند ضعيف فمثله لا تثبت به الصحبة والله أعلم.

وروى الحديث من طرق أخرى .فأخرجه ابن ماجه(۱۹۱۵) عن عبد الملک بن حسين أبى مالک النخعى عن منصور عن أبى حازم عن أبى هريرة مرفوعا به.

قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا ,آفته أبو مالک هذا فإنه متروک كما فى "التقريب "

وأخرجه الترمذى(۲۰۳/۱)والبيهقى (۲۶۰/۷)من طريق زياد بن عبد الله البكائى عن عطاء بن السائب عن أبى عبد الرحمن عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طعام أول يوم حق ,وطعام يوم الثانى سنة ,وطعام يوم الثالث سمعة ,ومن سمع سمع الله به " وقال الترمذى " :لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث زياد بن عبد الله وهو كثير الغرائب والمناكير ;قال :وسمعت محمد بن إسماعيل يذكر عن محمد بن عقبة ,قال :قال وكيع :زياد بن عبد الله مع شرفه يكذب فى الحديث ."وقال البيهقى " :وحديث البكائى أيضا غير قوى ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

قَـالَ هِشَـامٌ: وَأَظُنُّهُ قَالَ وَمُعَاذًا قَالَ: فَكَانَ أُبَيٌّ صَائِمًا فَلَمَّا طَعِمُوْا دَعَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَأَمَّنَ الْقَوْمُ (مُصنف ابن أبی شيبة) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحافظ فی ترجمة البكائی " :صدوق ثبت فی "المغازی , "وفی حديثه عن غير ابن إسحاق لين ,ولم يثبت أن وكيعا كذبه ."

قلت :وكأن الحافظ يشير بهذا الكلام إلى ما تقدم عن الترمذی من روايته عن البخاری عن محمد بن عقبة عن وكيع أنه قال فی زياد " :يكذب فی الحديث ."ولكنی لا أدری ما وجه تضعيفه لهذه الرواية مع أن إسنادها صحيح رجاله أئمة نقاد غير محمد بن عقبة وهو أبو المغيرة الشيبانی ,وهو ثقة كما قال الحافظ نفسه ,ومن الممكن أن يقال :وجه ذلك ,أن يكون هناك رواية أخرى عن وكيع تخالف هذه الرواية ,ومن الممكن أن يكون راويها أوثق من ابن عقبة هذا ,ويؤيد الإمكان الأول قول صاحب "التهذيب " :"قال وكيع :هو أشرف من أن يكذب ."

ولكن من الذی روى هذا القول عن وكيع؟ حتى نرى هل هو أوثق أم راوی القول الأول؟ وقال الحافظ أيضا فی "التلخيص(٣/١٩٥) " : "وقال الدارقطنی :تفرد به زياد بن عبد الله عن عطاء بن السائب عن أبی عبد الرحمن السلمی عنه.

قلت :وزياد مختلف فی الاحتجاج به ,ومع ذلك فسماعه من عطاء بعد الاختلاط ."

وأخرجه البيهقی(٧/٢٦٠ـ ٢٦١)من طريق بكر بن خنيس عن الأعمش عن أبی سفيان عن أنس " :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما تزوج أم سلمة رضی الله عنها أمر بالنطع فبسط ثم ألقی عليه تمرا وسويقا ,فدعا الناس فأكلوا ,وقال "....فذكره مثل لفظ الكتاب وقال ": وليس هذا بقوی ,بكر بن خنيس تكلموا فيه ."

قلت :أورده الذهبی فی "الضعفاء "وقال " :قال الدارقطنی :متروك "وقال الحافظ فی " التقريب " :"صدوق ,له أغلاط ,أفرط فيه ابن حبان ."وقال فی "التلخيص " :"وهو ضعيف ."

وذكره ابن أبی حاتم والدارقطنی فی "العلل "من حديث الحسن عن أنس ,ورجحا رواية من أرسله عن الحسن .وعن وحشی بن حرب وابن عباس ,رواهما الطبرانی فی "الكبير ," وإسنادهما ضعيف ."

قلت :وفی إسناد الطبرانی فی "المعجم الكبير(١/١١٨/٣) "محمد بن عبيد الله العرزمی , وهو متروك ,كما قال الهيثمی(٥٦/٤)وعبد الله بن يونس ابن بكير لم أجد له ترجمة.

وجملة القول فی هذا الحديث أن أكثر طرقه وشواهده شديدة الضعف لا يخلو طريق منها من متهم أو متروك ,فلذلك يبقى على الضعف الذی استفيد من الطريق الأولى .والله أعلم(إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ١٩٥٠)

[1] رقم الحديث ١٧٤٤٨، كتاب النكاح، باب من كان يقول :يطعم فی العرس والختان.

ترجمہ: جب میرے والد حضرت سیرین نے نکاح کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو سات دن تک (ولیمہ میں) مدعو کیا، پھر جب انصار صحابۂ کرام کی دعوت کا دن آیا، تو ان کو مدعو کیا، اور اُبی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بھی مدعو کیا۔

حضرت ہشام کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا، اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (اس وقت) روزہ سے تھے، پھر جب یہ حضرات کھانا کھا چکے، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دعاء کی، اور دوسرے حضرات نے آمین کہی (ابن ابی شیبہ)

اور جلیلُ القدر تابعی حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجَ أَبِي فَدَعَا النَّاسَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ، فَدَعَا أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فِيمَنْ دَعَا، فَجَاءَ يَوْمَئِذٍ، وَهُوَ صَائِمٌ فَصَلَّى، يَقُولُ: دَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ خَرَجَ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: میرے والد حضرت سیرین نے نکاح کیا، تو لوگوں کو آٹھ دن تک مدعو کیا، پھر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مدعو کیا، تو وہ آٹھویں دن تشریف لائے، اور وہ (اس وقت) روزہ سے تھے، تو انہوں نے برکت کی دعاء کی، پھر وہ (دعاء کر کے کھانا کھائے بغیر) تشریف لے گئے (عبدالرزاق)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ساتویں بلکہ آٹھویں دن تک کے ولیمہ میں صحابۂ کرام نے شرکت فرمائی ہے، اگر تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ کرنا بذاتِ خود گناہ ہوتا، تو صحابۂ کرام اس ولیمہ میں شرکت کیوں فرماتے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ، وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ (صحيح البخاري، كتاب النكاح)

ترجمہ: یہ باب ولیمہ اور دعوت کے قبول کرنے کے حق ہونے کے بارے میں اور اس بارے

---

[1] رقم الحديث ١٩٦٦٥، كتاب اهل الكتابين، باب الوليمة.

میں ہے کہ جس نے سات دن کے لگ بھگ تک ولیمہ کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لئے ایک دن یا دو دن کی قید نہیں لگائی (بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ولیمہ سات دن کے لگ بھگ تک کرنا بھی ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سند سے ثابت شدہ حدیث میں ولیمہ کے لئے ایک یا دو دن تک کرنے کی قید مذکور نہیں، لہٰذا ولیمہ ہفتہ بھر یا اس کے لگ بھگ تک جائز ہے۔

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر ولیمہ کے وقت کے بارے میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول کے مطابق خاص نکاح ہونے کے وقت ولیمہ کا وقت ہے، اور ایک قول کے مطابق ولیمہ کا وقت نکاح ہو جانے کے بعد ہے، اور ایک قول کے مطابق بیوی سے صحبت کرنے کے بعد ہے، اور ایک قول کے مطابق صحبت سے پہلے ہے، اور ایک قول کے مطابق نکاح کے وقت مختصر ولیمہ اور پھر صحبت کے بعد حسبِ حیثیت ولیمہ کا وقت ہے۔

لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو، تو ولیمہ نکاح اور صحبت کے بعد کرنا افضل ہے، اور نکاح کے بعد اور صحبت سے پہلے ولیمہ کرنے سے بھی ولیمہ کی سنت اداء ہو جاتی ہے، اور کوئی عذر ہو، تو مذکورہ اقوال میں سے کسی قول پر بھی عمل کر لینے کی گنجائش ہے، اور ولیمہ دن رات میں ہر وقت کرنا جائز ہے، جس طرح سے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی کا تنہائی میں پہلی مرتبہ ملاقات وتخلیہ کرنا بھی، دن رات میں ہر وقت جائز ہے، لہٰذا اگر میاں بیوی نکاح کے بعد کسی بھی وقت آپس میں تخلیہ اختیار کرلیں تو اس کے فوری بعد ولیمہ کا افضل وقت شروع ہو جاتا ہے۔

آج کل بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ولیمہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے شوہر نے اپنی بیوی سے صحبت کرلی ہو، اور اگر میاں بیوی کی پہلی ملاقات کے بعد کسی عذر سے صحبت نہ کی جاسکے، تو پھر ولیمہ کرنا جائز نہیں سمجھتے اور پریشان ہوتے ہیں، حالانکہ گذشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ ایسا سمجھنا غلط ہے۔

اور جیسا کہ پہلے گزرا کہ ولیمہ کی کوئی خاص مقدار اور کوئی خاص کھانے پینے کی چیز ضروری نہیں، اور دن رات، صبح، شام اور دوپہر میں ہر وقت ولیمہ کرنا جائز ہے۔

اور چونکہ ولیمہ کے وقت سے متعلق ایک قول نکاح کے بعد اور صحبت سے پہلے ہے، لہٰذا اس قول کے پیشِ نظر اگر کوئی نکاح کے بعد نکاح کی مجلس میں ہی حاضرینِ مجلس کو کوئی چیز ولیمہ کی غرض سے کھلا یا پلا دے،

Iqra Gulfan

جیسا کہ آج کل نکاح کی مجلس میں نکاح کے بعد چھوارے(یا مخصوص بِد)وغیرہ فراہم کیے جاتے ہیں،اور اس کے بعد پھر کوئی دعوت نہ کرے،تومذکورہ قول کے مطابق اس سے بھی ولیمہ ادا ہوجائے گا۔

اور اگر کوئی نکاح کے بعد مختصر چیز کھلا پلا کر پھر زفاف یعنی بیوی سے تخلیہ اختیار کرنے کے بعد بھی ولیمہ کرے ،تو دوسرے قول کی رُو سے یہ بھی جائز ہے،جیسا کہ ہمارے یہاں عام طور پر مروج ہے۔

اورنکاح کے بعد پہلے دن ولیمہ کرنا افضل ہے،اور دوسرے دن جائز ہے،اور تیسرے دن بعض حضرات کے نزدیک مکروہ ہے،لیکن دیگر حضرات کے نزدیک تیسرے دن بھی جائز ہے،جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کا ولیمہ تین دن تک کیا،اور کوئی عذر ہو،تو تیسرے دن کے بعد بھی جائز ہے،جیسا کہ حضرت سیرین نے ساتویں اور آٹھویں دن ولیمہ کیا،اوراس میں صحابۂ کرام کو شریک کیا،اور ضرورت کے تحت ولیمہ مرحلہ وار بھی جائز ہے کہ کچھ لوگوں کو ایک دن اور کچھ لوگوں کو اس کے بعد اگلے یا اس کے بھی بعد کے دن کھلادے،لیکن فخر وتفاخر کی غرض سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کا کوئی ایسا آخری وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزرنے سے ولیمہ فوت ہوجائے،لہٰذا ولیمہ جب بھی کیا جائے،وہ اداء کہلاتا ہے،قضاء نہیں کہلاتا،البتہ بعض حضرات کے نزدیک نکاح کے بعد جب زوجین پہلی دفعہ ملیں،تو اس کے تین یا سات دن تک ولیمہ اداء کہلاتا ہے،اور اس کے بعد ولیمہ کیا جائے،تو وہ قضا کہلاتا ہے،پس اگر کوئی عذر کی وجہ سے پہلے نہ کرسکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے۔واللہ اعلم۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان 29/ذوالقعدۃ/1436ھ 14/ستمبر/2015ء بروز پیر

ادارہ غفران،راولپنڈی،پاکستان

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۶۶۵، کتاب اهل الکتابین، باب الولیمة.

[1] فوات الولیمة:

یری المالکیة والشافعیة أن الولیمة لا آخر لوقتها فلا تفوت بطلاق ولا موت ولا بطول الزمن.

وظاهر عبارات أکثر فقهاء الشافعیة تفید أن الولیمة تقع أداء أبدا وفی البجیرمی ما نصه :قال الدمیری : والظاهر أن الولیمة تنتهی بمدة الزفاف للبکر سبعا وللثیب ثلاثا، ومعنی ذلک أن فعلها بعد ذلک یکون قضاء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص ۲۵۱،مادة " ولیمة ")

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ادارہ

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

گھر وغیرہ میں داخل ہونے کے آداب

(1)...... جب کسی گھر یا دفتر وغیرہ میں داخل ہوں تو اس جگہ اندر داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہئے، اس اجازت طلب کرنے کو عربی زبان میں استئذان کہا جاتا ہے، اور اس کا قرآن وسنت میں حکم آیا ہے۔

(2)...... اجازت اس مقام پر پہنچ کر طلب کرنی چاہئے، جہاں سے اجازت طلب کرنے کا مقصد حاصل ہو۔ بعض لوگ گھر یا کمرہ میں داخل ہونے کے بعد دوسرے کے سر پر کھڑے ہوکر اجازت طلب کرتے ہیں، اس سے اجازت طلب کرنے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

(3)...... اگر اپنا گھر ہو اور اس میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا رہائش پذیر نہ ہو تو اس گھر میں اجازت طلب کئے بغیر داخل ہونے میں حرج نہیں۔

(4)...... اگر گھر میں داخل ہونے والے کی صرف بیوی رہائش پذیر ہو، اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو، تو اس گھر میں شوہر کو اجازت طلب کئے بغیر داخل ہونے میں حرج نہیں، البتہ پھر بھی داخل ہونے سے پہلے کھانس کر یا کھنکار کر یا جوتوں کی آہٹ کر کے داخل ہونا بہتر ہے، تاکہ اگر بیوی نامناسب حالت میں ہو، جس سے شوہر کو نفرت وکراہیت پیدا ہوسکتی ہو، وہ اس سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے۔

(5)...... اگر کسی شخص کا گھر تو اپنا ہو، لیکن اس کے گھر میں بیوی کے علاوہ دوسری رشتہ دار عورتیں بھی رہتی ہوں، مثلاً والدہ، بہن، بیٹی وغیرہ، تو اجازت طلب کئے بغیر اندر داخل نہیں ہونا چاہئے، یا کم از کم کھنکار کر یا جوتوں کی آہٹ کر کے اندر والوں کو آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ اگر کوئی ننگی یا کسی اور نامناسب حالت میں ہو تو وہ محتاط ہوجائے۔

(6)...... اگر گھر اپنی ملکیت یا خالص اپنی تحویل میں نہ ہو، بلکہ کسی اور کی ملکیت یا تحویل میں ہو، تو اس گھر میں اجازت طلب کئے بغیر داخل ہونا جائز نہیں، خواہ اس گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہو، یا بند ہو۔

Idara Ghufran

(7)...... جس گھر یا مکان میں کوئی رہتا سہتا نہ ہو، بلکہ وہاں ساز وسامان رکھا رہتا ہو (جیسا کہ سٹور، گودام وغیرہ) اور اس کو وہاں داخلہ کی اجازت ہو، تو ایسی جگہ داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا ضروری نہیں۔

(8)...... گھر میں داخل ہوتے وقت جب اجازت طلب کرے تو سلام پہلے کرے اور پھر اجازت طلب کرے یہ بھی جائز ہے، اور اگر پہلے اجازت طلب کرے اور پھر سلام کرے یہ بھی جائز ہے، کیونکہ بعض اوقات گھر میں موجود شخص یا اشخاص دروازہ سے زیادہ فاصلہ پر ہوتے ہیں جہاں سلام کی آواز کا پہنچانا مشکل ہوتا ہے، اور وہاں دستک یا گھنٹی کی آواز کا پہنچانا ہی ممکن ہوتا ہے، اور گھنٹی بجانا وغیرہ بھی اجازت طلب کرنے میں داخل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(9)...... گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے کا طریقہ یا تو زبان سے الفاظ ادا کرنا ہے، مثلاً داخل ہونے والا یہ کہے کہ السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟ یا سلام کئے بغیر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے، جن الفاظ سے بھی اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے کا رواج ہو، اور ان الفاظ سے اندر والوں کو اجازت طلب کرنے کا پتہ چل جائے، وہ الفاظ اداء کرنے چاہئیں، اور اگر زبان سے الفاظ ادا کرنے کے بجائے اجازت طلب کرنے کا دوسرا طریقہ رائج ہو، اس کو اختیار کرنا چاہئے، اور دروازہ پر دستک دینا یا گھنٹی وغیرہ بجا دینا بھی اجازت طلب کرنے کا حکم رکھتا ہے، خواہ دروازہ کھلا ہوا ہو، یا بند ہو، اور جس جگہ اپنا کارڈ اندر بھیج کر اجازت طلب کرنے کا طریقہ رائج ہو، وہاں اس کے مطابق عمل کرنا بھی اجازت طلب کرنے کا حکم رکھتا ہے۔

(10)...... زبان سے اجازت طلب کرتے وقت بہتر ہے کہ اجازت طلب کرنے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے، کیونکہ جب تک گھر والا اجازت لینے والے کو پہچان نہیں سکے گا، اُس سے پہلے اُسے حسبِ موقع جواب دینے میں تشویش اور دِقّت پیش آئے گی۔

(11)...... اجازت طلب کرنے مثلاً دستک دینے یا گھنٹی بجانے یا سلام کرنے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون ہے؟

جواب میں اپنا نام ظاہر کیے بغیر یہ کہہ دینا کہ ''میں ہوں''؛ یہ طریقہ درست نہیں، کیونکہ اس سے گھر والے کے سوال کا مقصد پورا نہیں ہوتا، مگر یہ کہ اندر والا آواز سُن کر پہچان جائے، تو علیٰحدہ بات ہے۔

اور اجازت طلب کرنے اور دستک دینے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون صاحب

ہیں؟ آنے والے کا خاموش کھڑا رہنا اور کوئی جواب نہ دینا اچھا طریقہ نہیں۔

(12)...... اگر گھر کے دروازے پر دستک دیدی جائے، یا گھنٹی بجادی جائے، اور ساتھ ہی اپنا نام بھی بتلادیا جائے کہ میں فلاں شخص ہوں، تو اجازت طلب کرنے کا یہ طریقہ بھی جائز ہے۔

(13)...... اگر اجازت طلب کرنے والے کو اجازت طلب کرنے کے جواب میں گھر والے نے کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی، واپس چلے جائیے!

تو اس سے بُرا نہیں ماننا چاہیے؛ کیونکہ ہر شخص کی مصروفیت، اس کے حالات اور اُس کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، جس کی طرف آنے والے کی نظر اور توجہ نہیں جاتی، بعض اوقات گھر والے کو باہر آنے اور دوسرے کو اندر بُلانے میں کوئی عذر ہوتا ہے، اس لیے گھر والے کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

لوٹ جانے کا حکم ملنے پر بُرا ماننا یا وہیں جم کر بیٹھ جانا، دونوں چیزیں درست نہیں۔

یہ حکم تو آنے والے کے لیے تھا، لیکن گھر والے کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو آنے والے سے بات یا ملاقات کرنی چاہیے۔

(14)...... اگر کسی کے دروازے پر اجازت کو طلب کیا، یعنی آواز دی یا دستک دی، یا گھنٹی وغیرہ بجائی اور اندر سے کوئی جواب نہ آیا؛ تو اگر اس بات کا یقین ہو کہ اندر والے کو آواز نہیں پہنچی مثلاً گھنٹی بجائی مگر بجلی نہیں تھی تو دوبارہ سہ بارہ اجازت طلب کرنے میں حرج نہیں۔

البتہ اگر اس کی تحقیق نہ ہو کہ آواز پہنچی ہے یا نہیں تو تین مرتبہ تک اجازت طلب کرنی چاہئے؛ اور اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو پھر لوٹ جانا چاہئے، اس کے بعد مسلسل دستک وغیرہ دیتے رہنا یا گھنٹی بجاتے رہنا، یا وہیں جم کر بیٹھ جانا درست نہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

(15)...... ایک سے زیادہ مرتبہ اجازت طلب کرنے اور دستک وغیرہ دینے کی صورت میں مناسب یہ ہے کہ کچھ وقفہ رکھا جائے، تاکہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو، یا کھانا وغیرہ کھا رہا ہو، یا وضو، غسل وغیرہ کررہا ہو، یا قضائے حاجت وغیرہ کررہا ہو، تو اس سے فارغ ہو جائے، اور وقفہ کے بجائے برابر دستک دیتے چلے جانا مناسب طریقہ نہیں، اس سے اندر موجود شخص کو ایذاء وتکلیف پہنچتی ہے، اور وہ عجیب کش مکش اور تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(16)...... اگر کسی کو آواز دے کر یا دروازہ وغیرہ پیٹ کر اجازت طلب کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا

چاہیے کہ اندر والے تک آواز پہنچ جائے، لیکن گھر والے یا کسی دوسرے پڑوسی کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔

(17)...... بعض مخصوص ادارے جہاں داخلے کے لیے کچھ شرائط اور پابندیاں مقرر ہوں، وہاں اُن کی رعایت کرنا ضروری ہے؛ مثلاً ریلوے اسٹیشن پر بغیر پلیٹ فارم کے داخلے کی اجازت نہیں، تو پلیٹ فارم حاصل کیے بغیر جانا شرعاً بھی جائز نہیں۔

اسی طرح اگر کچھ دفاتر یا کمرے ایسے ہوں، جن میں منتظمین وغیرہ ہوں، ان میں بھی اچانک بغیر اجازت کے داخل ہونا درست نہیں، اور ممنوعہ علاقہ میں بھی غیر متعلقہ شخص کو داخل ہونا جائز نہیں۔

(18)...... جب اجازت طلب کرنے کے لئے کسی مکان کے دروازے پر کھڑے ہونا ہو تو دروازے کے سامنے سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔

(19)...... اجازت طلب کرنے والے کو کسی کے گھر میں جھانکنا جائز نہیں۔

البتہ گھر میں موجود شخص یا عورت اجازت طلب کرنے والے کو پہچاننے کے لئے سوراخ یا شیشے وغیرہ سے جھانک کر دیکھے تو اس میں حرج نہیں، کیونکہ بعض اوقات کوئی دشمن بھی ہوسکتا ہے، یا آنے والے کو پہچاننے کی دوسری ضرورت پیش آسکتی ہے۔

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

ڈاڑھی کا شرعی حکم

ڈاڑھی اور مونچھوں کے موضوع پر مفصَّل ومدلَّل بحث

ڈاڑھی کی شرعی وفطری حیثیت، اسلام میں ڈاڑھی کا مقام ومرتبہ

ڈاڑھی کی شرعی مقدار کا ثبوت، اور اس مقدار کے اعتدال

اور فقہ اور طب وحکمت کے اصولوں پر مبنی ہونے کی بحث

ڈاڑھی مونڈنے یا شرعی مقدار سے کم کرنے میں پائے جانے والے گناہ

اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف شبہات واعتراضات کا جائزہ

اور ڈاڑھی ومونچھوں کے بارے میں اہم مسائل وروایات کی تحقیق

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط3 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کی ولادت کے بعد والدہ کی پریشانی

جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایسے وقت اور ایسے حالات میں ہوئی، جب فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کا قتلِ عام کررہا تھا،اور ترتیب کے لحاظ سے یہ وہی سال بنتا تھا،جس میں پیدا ہونے والے بچوں کو فرعون کے حکم سے قتل کیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور اہلِ خانہ ان کی ولادت کے وقت بہت پریشان تھے کہ جو بچہ پیدا ہوگا،اس کو کس طرح فرعون کے ظلم سے بچائیں گی،اور کس طرح بچہ کو قتل سے محفوظ رکھیں گی، کیونکہ فرعون کی طرف سے عورتیں گشت کرتی رہتی تھی اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھی ،ان کے نام لکھ لیے جاتے تھے،اور بچہ کی پیدائش کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھی ،اگرلڑکی ہوتی تو واپس چلی جاتی تھیں،لڑکا ہوتا تو فوراً جلادوں کو سونپ دیتیں، جو اپنے قصابی اوزاروں کے ساتھ معصوم کلیوں کو مَسلنے اور ان کا قتلِ عام کرنے پر مامورومقرر تھے۔

حضرت موسیٰ کی والدہ کو جب حمل ہوا تو عام حمل کی طرح اس کا پتہ نہ چلا اور جو عورتیں اس کام پر مامور تھیں اور جتنی دائیاں آتی تھیں، کسی کو حمل کا پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کی ولادت بھی ہوگئی، آپ کی والدہ سخت پریشان تھیں، اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں ،لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اس بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، جب آپ کو اس بچہ کے بارے میں کسی چیز کا ڈر یا خوف ہو،تو پھر اس بچہ کو ایک صندوق میں ڈال کر اس صندوق کو دریا میں چھوڑ دینا۔[1]

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] فلما حملت أم موسى به عليه السلام لم يظهر عليها مخايل الحمل كغيرها، ولم تفطن لها الدايات ولكن لما وضعته ذكرا ضاقت به ذرعا، وخافت عليه خوفا شديدا، وأحبته حبا زائدا(تفسير ابنِ كثير، ج٦ ص ١٩٩، سورة القصص)

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ‌ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ‌ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجٰعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (سورة القصص، رقم الآية ۷)

یعنی "اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو حکم بھیجا کہ اسے دودھ پلاؤ، پھر جب تجھے اس کا خوف ہوتو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس پہنچادیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو "اوحینا" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اس سے مراد یہاں دل میں بات ڈالنا الہام کے قبیل سے ہے، جو اولیاء واتقیاء کو بھی من جانب اللہ ہوتا ہے، اور اس کا درجہ انبیاء کی معروف وحی سے کم ہوتا ہے، انبیاء کی وحی قطعی ہوتی ہے، جب کہ یہ ظنی، اور انبیاء کی وحی والی تعلیمات کے ساتھ اس کی مطابقت ضروری ہوتی ہے، ورنہ یہ قابلِ رَد ہوتی ہے، جیسا کہ کتبِ عقائد میں وحی والہام کے فروق ودرجات بالتفصیل زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ [1]

اور سورہ طٰہٰ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کا مضمون بیان فرمایا ہے:

اِذۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوۡحٰٓى‏. اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ‌ ؕ وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّىۡ ۚ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ‏ (سورة طٰہٰ، رقم الآيات ۳۸، ۳۹)

یعنی "جب ہم نے آپ کی والدہ کے دل میں بات ڈال دی تھی کہ اسے صندوق میں ڈال دے پھر اسے دریا میں ڈال دے، پھر اسے دریا کنارے پر ڈال دے گا، اسے میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھالے گا اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تا کہ تو میرے سامنے پرورش پائے"

---

[1] اجمعوا على انه ليس بوحى نبوة وان النبى لا يكون الا رجلا قال قتادة قذف فى قلبها وهو الإلهام فى اصطلاح الصوفية ومن جنسه المنام الصادق الموجب لليقين واطمينان القلب وهو ايضا من قبيل الإلهام وهذه الاية تدل على ان الإلهام ايضا من اسباب العلم وان كان علما ظنيا والمعتبر الهام القلوب الزاكية والنفوس المطمئنة والفرق بين الوسوسة والإلهام بحصول اليقين واطمينان القلب (التفسير المظهرى، ج۷ص ۱۴۴، ۱۴۵، سورة القصص)

دشمن سے مراد ''فرعون'' ہے، جو اللہ کا بھی دشمن اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی دشمن تھا۔

صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور فرعون کے محل کے پاس گزرا، تو فرعون کے خادموں نے اسے اٹھالیا، اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئے، جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں تو ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے، جسے دیکھتے ہی ان کا دل محبت سے بھر گیا اور اس بچہ کی پیاری شکل دل میں گھر کرگئی۔

قرآن مجید میں اس کی اس طرح منظر کشی کی گئی ہے کہ:

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ (سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۸)

یعنی ''آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھالیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا، بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار''

اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ ایک بچہ کے خطرہ کی بنا پر ہزار ہا بچوں کا قتل کردینا ان کی بہت بڑی غلطی اور حماقت تھی، اور ان کی یہ حماقت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ واضح ہوگئی تھی کہ جس بچہ سے خطرہ کے سدِباب کے لئے وہ یہ سفا کی کررہے تھے وہ تو ان کے پاس پہنچ چکا تھا۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ خطا کار اس لحاظ سے تھے کہ جس بچے کو ٹھکانے لگانے کے لئے اتنے بے شمار بچوں کو بے جرم وخطا ذبح کیا، ان کے معصوم خون سے ہاتھ رنگے، تو اس بچے کو خود اپنے محل میں ٹھکانہ دیا، پالا پوسا، جوان کیا، اور شاہی اعزاز واکرام کے ساتھ اس کی پرورش کی، اسی کو قرآن نے یوں بھی تعبیر کیا ہے کہ:

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ (سورۃ ابراهيم، رقم الآیۃ ۴۶)

کہ انہوں نے ہمارے مقابلہ میں داؤ پیچ آزمائے، تو ہم نے ان کے داؤ انہی پر الٹا دیئے۔ (جاری ہے......)

رسول اللہ ﷺ کا خواتین کو اہم خطاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اہم خطاب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے جہنّم میں کثرت سے جانے کے متعلق فرمایا، خواتین کے کثرت سے جہنم میں جانے کے اسباب ووجوہات، اور خواتین کو جہنم سے بچانے والے اعمال کی نشاندھی کی گئی ہے۔

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طب و صحت مفتی محمد رضوان

آملہ (Emblic Myrobalans)

آملہ یا آنوالہ مشہور پھل ہے، جو کہ انگور سے لے کر اخروٹ کے برابر تک کی مقدار اور سائز کا ہوتا ہے۔

بڑے آملے کو ’’بنارسی آملہ‘‘ کہا جاتا ہے، جو زیادہ تر مربّہ ڈالنے کے کام آتا ہے۔

تازہ آملوں کو غذا و دوا کے طور پر کھایا جاتا ہے، ان کا سالن بنایا جاتا ہے، نیز آملوں کا مربّہ اور اچار ڈالا جاتا ہے، اور ان کو خشک کر کے مختلف قسم کی دوائیں بنائی جاتی ہیں۔

آملہ دل کی کمزوری، گھبراہٹ، دل کی تیز دھڑکن اور مالیخولیا یعنی دماغ کی غلط سوچوں اور فاسد خیالات کی بیماری کو دور کرنے اور پھیپھڑوں کے امراض کے لیے نہایت مفید ہے۔

آملہ، دل، دماغ، جگر اور نگاہ اور ذہن و حافظہ کی قوت و اضافہ اور معدے اور آنتوں کی ساخت کو مضبوط کرنے کا باعث ہے۔

صفرا اور خون کے جوش کو تسکین دینے، دستوں کو روکنے اور پیاس بجھانے کے لیے بھی آملہ کا استعمال نہایت مفید ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق آملے میں حیاتین ’’ج‘‘ (یعنی وٹامن سی) کی مقدار دنیا کے سب پھلوں سے زیادہ ہے، یہاں تک کہ سنترے اور نارنگی سے بھی زیادہ ہے، نیز آملہ میں کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور وٹامن بی بھی پایا جاتا ہے۔

اس لیے یہ جسم کی پرورش کے لیے نہایت کارآمد پھل ہے، صحت اور قوتِ مدافعت بلکہ درازئ عمر میں بھی اضافہ کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

آملے میں نئی قوت اور توانائی مہیا کرنے کی تاثیر پائی جاتی ہے، اس میں ایک ایسا عنصر پایا جاتا ہے، جو بڑھاپے کے آثار کو ختم کرنے اور جسمانی طاقت برقرار رکھنے اور جسمانی قوتِ مدافعت بڑھانے اور جسم کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے اور دل و دماغ وغیرہ کی تقویت اور بالوں کی مضبوطی اور جسم کے مختلف غدودوں کو فعال بنانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

آملہ میں قدرتی طور پر جراثیم کش خصوصیات پائی جاتی ہیں جس کے باعث آملہ کا استعمال انفکشن سے محفوظ رکھتا ہے، اسی وجہ سے آملہ معدے کی تیزابیت اور انفکشن کے لئے بھی مفید ہے، دن میں دو مرتبہ دودھ یا پا

نی میں آملہ کاسفوف اور شکر ملا کر پینے سے معدے کی تیزابیت دور ہوتی ہے۔

اگر آملہ کو کچا کھایا جائے، اور تھوڑا سا نمک لگا لیا جائے، تو اس سے وٹامن سی اور فولاد زیادہ مقدار میں حاصل ہوتا ہے۔

مرضِ سکروی میں آملہ کا استعمال خصوصیت سے مفید ہوتا ہے (مرضِ سکروی میں مسوڑھے پلپلے ہوجاتے ہیں اوران سے خون بہا کرتا ہے)

مذکورہ مرض کے لئے خشک آملہ کا سفوف اور ہم وزن شکر ملا کر ایک چائے کے چمچ کے برابر دن میں تین بار دودھ یا پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

چکر آنے کی بیماری میں آملہ، دھنیا ہر ایک نو ماشے رات کو پانی میں بھگو کر رکھیں، صبح کو پانی چھان کر مصری یا سرخ شکر ملا کر پییں، چندروز کے استعمال سے چکر آنے کو فائدہ ہوتا ہے۔

گرمیوں میں جب پیاس بہت ستاتی ہو، خون کے اندر تیزی یا صفرا کا غلبہ ہو، خشک آملے پانچ تولے لے کر ایک مٹی کی کوری ٹھلیا یعنی مٹی کی کوری پیالی یا ہانڈی میں ڈال کر پانی سے بھر کر رکھ چھوڑیں، جب پیاس لگے یہی پانی پییں، اس کے نتیجہ میں پیاس دور ہوجاتی ہے۔

گرمیوں میں بعض دودھ پیتے بچوں کو دست آنے لگتے ہیں اور پیاس بہت لگتی ہے، انہیں بھی آملوں کا پانی پلانے سے آرام آتا ہے۔

آملہ نکسیر کو روکتا ہے، اگر کسی شخص کی بار بار نکسیر پھوٹے اور کسی تدبیر سے بند نہ ہو تو اوپر کے طریقے سے آملوں کا پانی پلائیں اور آملوں ہی کو پانی میں پیس کر تالو، پیشانی اور ناک پر لیپ کریں، اس کے نتیجہ میں نکسیر بند ہوجاتی ہے، اور یہ دوا وہ کام کر دکھاتی ہے، جو قیمتی سے قیمتی دواؤں سے بھی نہیں ہوسکتا۔

اگر ویسے ہی آملہ پانی میں کوٹ چھان لیں، اور اس میں مصری یا سرخ شکر ملا کر پییں، تو بھی نکسیر اور بواسیری خون کو روکنے میں مؤثر ہے۔

دستوں کو روکنے اور معدے کو قوت دینے کے لیے خشک آملوں کو تھوڑے پانی میں بھگو کر رکھنے کے بعد پیسیں اور تھوڑا نمک ملا کر جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنائیں، ایک ایک گولی صبح وشام کھلائیں۔

آملہ کے رَس کو بقدرِ ضرورت شہد کے ساتھ ملا کر دن میں دومرتبہ استعمال کرنے سے بینائی محفوظ اور طاقت ور ہوتی ہے، یہ دوا آشوبِ چشم اور آنکھوں کے موتیا بلکہ آنکھوں کی تمام بیماریوں کے لئے بھی مفید ہے۔

اگر کسی کو گھنٹیا اور جوڑوں کے درد کی بیماری ہو، تو خشک آملہ کا سفوف ایک چائے کے چمچ کے برابر اور اسی مقدار میں شکر لے کر باہم ملا لیں، اور کھا لیں، ایک ماہ تک دن میں دو مرتبہ مسلسل اس نسخہ کو استعمال کرنا گھنٹیا اور جوڑوں کے درد اور سوزش کا مؤثر علاج ہے۔

آملے کا سفوف منجن کے طور پر انگلی سے دانتوں پر ملنے سے مسوڑھوں سے خون آنا بند اور دانتوں کا میل صاف ہوجاتا اور ہلتے اور دکھتے دانتوں کو آرام ملتا ہے۔

آملے کا باریک سفوف اگر چوٹ کے مقام پر چھڑک کر باندھ دیا جائے، تو خون بہنا بند ہوجاتا ہے اور زخم بھی جلد ٹھیک ہوجاتا ہے۔

جسمانی کمزوری کی صورت میں تازہ آملے کا رَس ایک چمچ اور ایک چمچ شہد ملا کر جو آمیزہ بنے، اس کا ایک ہفتے تک روزانہ صبح سویرے استعمال جسم میں قوت وتوانائی بھرنے کا باعث ہوتا ہے، شدید کمزوری کی صورت میں اسے دو ہفتے استعمال کرنا چاہئے، اگر تازہ آملہ دستیاب نہ ہو تو خشک سفوف کو بھی شہد میں ملا کر معجون بنا لینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ آمیزہ سانس کی بیماریوں میں بھی مفید ہے، خاص طور پر پھیپھڑوں کی تپِ دق، دمے اور کھانسی میں مؤثر ہے۔

آملہ ذیابیطس یعنی شوگر کا بھی مؤثر علاج ہے، آملہ خشک اور جامن کی گٹھلی کا مغز برابر وزن کا لے کر سفوف بنائیں اور یہ سفوف چھ چھ ماشے تازہ پانی سے کھائیں۔

ذیابیطس یعنی شوگر کو دور کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آملہ کا رَس ایک کھانے کے چمچہ کے برابر لے کر ایک کپ کڑوے پیٹھے کے تازہ رَس میں ملا کر دو ماہ تک روزانہ پیا جائے، اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ شوگر کو افاقہ ہوتا ہے، بلکہ لبلبہ کے نظام اور کارکردگی میں بھی بہتر ائی آتی ہے، اس نسخہ کے استعمال کے دوران دوسری میٹھی اشیاء سے پرہیز کیا جائے، اس نسخہ کے استعمال سے شوگر کے نتیجہ میں آنکھوں میں پیدا ہونے والے عوارض کو بھی افاقہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ آملہ اور جامن کی گٹھلی کا مغز اور کریلوں کا ہم وزن سفوف بھی ذیابیطس یعنی شوگر کی عمدہ دوا ہے، اس سفوف کی ایک چھوٹی چمچی دن میں ایک یا دو بار استعمال کرنے سے شوگر کے مرض کو افاقہ ہوتا ہے۔

آملہ پرانے سوزاک کے لئے بھی مفید ہے (جس میں پیشاب کی نالی میں جلن اور درد ہوتا ہے، اور پیشاب کے ساتھ پیپ خارج ہوتی ہے) آملہ خشک اور ہلدی برابر وزن لے کر سفوف بنائیں اور روزانہ

صبح کو سات ماشے نہار منہ گائے کے دودھ یا پانی سے کھائیں۔

آملہ بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرنے اوران کو سفید ہونے سے روکنے کا باعث ہے،اس مقصد کے لیے آملے کو پانی میں پیس کر بالوں کی جڑوں میں لگائیں۔

اس کے علاوہ تازہ یا خشک آملے کے ٹکڑوں کو پانی میں بھگوکر اگلے دن اس پانی سے بالوں کو دھونا بالوں کی نشوونما میں بھی مفید ہے،اورآملہ کا تیل بھی بالوں کے لئے مفید ہے۔

تازہ آملہ ٹکڑوں میں کاٹ کر سائے میں خشک کرلیجئے، پھرانہیں ناریل کے تیل میں اتنا پکایئے کہ تیل کی شکل جلے ہوئے برادے جیسی ہوجائے، یہ سیاہی مائل تیل بالوں کو لمبے عرصہ تک سفید ہونے سے بچانے کے لئے عمدہ دوا ہے۔بالوں کی سیاہی اورنشوونما کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ آملے کا سفوف پانی میں ملاکر گاڑھا سا لیپ بنالیجئے، پھر اسے بالوں کی جڑوں میں لگا کر کچھ دیر بعد سرکو دھولیجئے، سفوف اور پانی کا مرکب اتنا گاڑھا ہونا چاہیے کہ تمام بالوں کی جڑوں میں لیپ ہوسکے۔

آملہ کا مربہ اوراچار، دل کی تیز دھڑکن اوردماغ اورمعدہ کی کمزوری کے لئے مفید ہے۔

آملہ کا مربہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگرایک کلو تازہ آملے ہوں،تو اس کے لئے تین کلو چینی اوردو گرام ''ٹاٹری'' لیں، آملوں کو کانٹے سے گودلیں، یعنی ان میں سوراخ کرلیں، پھرآملوں کو دو دن تک چونے کے پانی میں بھگوئے رکھیں،اس کے بعدآملوں کواچھی طرح دھوکردھیمی آگ پر معمولی سا اُبال لیں،تاکہ آملے کچھ نرم ہوجائیں،اس کے بعد چینی کو آگ پر چڑھا کراس کا پَت یعنی شیرہ تیار کریں، جب شیرہ کا قوام کچھ گاڑھا ہوجائے،تو اس میں آملے ڈال دیں، اورتھوڑی دیر پکتا رہنے دیں، تھوڑی دیر میں آملے پانی چھوڑ دیں گے، جب خوب اچھی طرح جوش مار کرآملے پک جائیں،تو اتارکراورٹھنڈا کر کے کسی مرتبان وغیرہ میں رکھ لیں، آملہ کا مربہ تیار ہے،حسبِ ضرورت وحسبِ خواہش استعمال کیجئے۔

اورآملہ کا اچار بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ آملہ سبز (پھانکیں) دوکلو،سرکہ ڈیڑھ کلو،نمک آدھا پاؤ، سیاہ مرچ پندرہ گرام،لونگ پندرہ گرام، بڑی الائچی پانچ گرام (دانے) سفید زیرہ تین ماشے،سونٹھ ڈیڑھ ماشہ،پیپل ڈیڑھ ماشہ لیں ، تمام مصالحہ جات کو اچھی طرح سے پیس کر باہم ملالیں، اور پھر آملوں کی پھانکیں بنالیں،اوران کی گٹھلیاں نکال لیں، آملوں کواس مرکب میں اچھی طرح سے ملالیں،اورپھر سرکہ میں ملاکر بالکل ہلکا سا جوش دیں، آملے کا اچار تیار ہے،اسے ٹھنڈا کر کے مرتبان وغیرہ میں محفوظ رکھ لیجئے،اورحسبِ ضرورت وحسبِ خواہش استعمال کیجئے۔

اخبارِ ادارہ **مولانا محمد امجد حسین**

ادارہ کے شب وروز

□...... 13 / 20 / 27 / ربیع الاول اور 4 / ربیع الآخر، جمعہ کے دن متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں ہوئیں۔

□...... 15 / 22 / 27 / ربیع الاول اور 6 / ربیع الآخر، بروز اتوار دن دس بجے حسبِ سابق، حضرت مدیر صاحب کی ہفتہ وار اصلاحی نشست ادارہ میں منعقد ہوتی رہی۔

□...... 20 / ربیع الاول، بروز جمعہ، بعد عشاء، حضرت مدیر صاحب، جناب قاسم صاحب (خیابانِ سرسید) کے گھر عشائیہ پر مدعو تھے، مفتی محمد یونس صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب اور بندہ امجد بھی ہمراہ تھے۔

□...... 22 / ربیع الاول، بروز اتوار، مولانا عبدالسلام صاحب اور مولانا محمد ناصر صاحب، بیت السلام ٹرسٹ (تلہ گنگ) کے تعلیمی نظام کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے، رات کو واپسی ہوئی۔

□...... 22 / 27 / ربیع الاول، بروز اتوار، بعد ظہر، شعبہ ناظرہ (بنین) کے لئے ہفتہ وار اصلاحی وتربیتی نشست قاری محمد طاہر صاحب نے منعقد کی۔

□...... 23 / ربیع الاول، بروز پیر، جناب حکیم محمد فیضان صاحب طویل بیماری کے بعد آج ادارہ میں تشریف لائے۔

□...... 26 / ربیع الاول، بروز جمعرات، دن کو حضرت مولانا الیاس کوہاٹی صاحب زید مجدہٗ (مدیر: مدرسہ شریعۃ الاسلام، الٰہ آباد، راولپنڈی) تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات وگفتگو فرمائی۔

□...... 26 / ربیع الاول، بروز جمعرات، بعد ظہر، شعبہ حفظ کے لئے بزمِ ادب منعقد ہوئی۔

□...... 27 / ربیع الاول، بروز جمعہ، حضرت مدیر صاحب مع اہلِ خانہ تفریح وہوا خوری کے لئے راولپنڈی کے قریبی پارک میں تشریف لے گئے۔

□...... 29 / ربیع الاول، بروز اتوار، بعد عشاء، حضرت مدیر صاحب نے اپنے قریبی تعلق دار جناب امجد صاحب کا نکاح مسنون، ان کے گھر (کوہاٹی بازار، راولپنڈی) میں پڑھایا۔

□...... 29 / ربیع الاول، بروز اتوار، دن گیارہ بجے، ادارہ میں شعبہ حفظ کے طالب ”محمد آفاق“ کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقع پر دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔

□...... 30 / ربیع الاول، بروز پیر، حضرت مدیر صاحب، مولانا طارق محمود صاحب، حافظ محمد عفان صاحب اور بندہ امجد، جناب امجد صاحب (کوہاٹی بازار) کے ولیمہ میں شریک ہوئے۔

Idara Ghufran

□...... 2 / ربیع الآخر، بروز بدھ، بندہ امجد اور مولانا عبدالسلام صاحب، ادارہ کے محبِّ خاص جناب عارف صاحب کے پاس ان کی والدہ صاحبہ کی وفات کی تعزیت کے لئے گئے۔

□...... 3 / ربیع الآخر، بروز جمعرات، حضرت مدیر صاحب اور ادارہ کے اساتذہ، دن بارہ بجے تفریح وہواخوری کے لئے قریبی پارک تشریف لے گئے، اس کے بعد قبل عصر جناب عبدالعزیز صاحب کی دعوت پر ''رشید سویٹس'' بحریہ ٹاؤن، بھی جانا ہوا، جہاں عبدالعزیز صاحب کی جانب سے اعزاز واکرام کیا گیا۔

□...... 4 / ربیع الآخر، بروز جمعہ، حضرت مدیر صاحب مع اہلِ خانہ، اپنے کزن جناب مبشر ندیم خان صاحب کی دعوت پر ان کے گھر صادق آباد میں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 8 / ربیع الآخر، بروز اتوار، دن گیارہ بجے، ادارہ کے شعبہ حفظ کے طالب علم ''محمد طلحہ'' کی حفظِ قرآن کی تکمیل ہوئی، جس میں ان کے اعزہ وقارب شریک ہوئے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 93 ''اخبارِ عالم''﴾

✍ 7 / جنوری: پاکستان: تھر بیماریاں پھیلنے لگیں، 45 بچے جاں بحق ✍ 8 / جنوری: پاکستان: لاہور دس برس قبل اغواء ہونے والا بچہ ملتان سے بازیاب ✍ 9 / جنوری: پاکستان: مختلف شہروں میں پھر زلزلہ، اکتوبر سے اب تک 172 جھٹکے آچکے ☎ تھرپارکر غذائی قلت سے مزید 7 بچے جاں بحق ✍ 10 / جنوری: پاکستان: پاکستان کا ایک اور اعزاز، جنرل راحیل شریف دنیا کے بہترین آرمی کمانڈر قرار ✍ 11 / جنوری: پاکستان: وزارت آئی ٹی میں بدانتظامی، ایک سال میں خزانے کو 120ارب کا نقصان، آڈٹ رپورٹ میں انکشاف ✍ 12 / جنوری: پاکستان: پنجاب حکومت نے 11 سروسز پر سیلز ٹیکس کم کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کردیا ✍ 13 / جنوری: ترکی: استنبول میں خودکش دھماکہ، 9 جرمن سیاحوں سمیت 10 ہلاک، 15 زخمی، پاکستان کی شدید مذمت ✍ 14 / جنوری: افغانستان: پاکستانی قونصل خانہ کے قریب خودکش دھماکہ، 12 افراد ہلاک ☎ خاتون کو کوڑے مارنے کی وڈیو 8 سال بعد جعلی قرار، سپریم کورٹ ✍ 15 / جنوری: پاکستان: پنجاب اور سندھ کے نومنتخب بلدیاتی نمائندوں نے حلف اٹھالیا ✍ 16 / جنوری: پاکستان: راہداری منصوبہ پر کل جماعتی کانفرس، مغربی روٹ 2018 میں مکمل کرنے کا فیصلہ، نگرانی کے لئے کمیٹی قائم ✍ 17 / جنوری: پاکستان: عالمی برادری نے ایران پر عائد پابندیاں ختم کردیں ✍ 18 / جنوری: پاکستان: راہداری منصوبہ، 750ارب کے مواصلاتی منصوبوں کی ڈیزائننگ مکمل ☎ ملک بھر سوائن فلو سے جاں بحق افراد کی تعداد 15 ہوگئی ✍ 19 / جنوری: پاکستان: یوٹیوب 3 سال بعد پاکستانی ویژن کے ساتھ دوبارہ بحال، توہین آمیز مواد اپ لوڈ نہیں ہوسکے گا، حکومت اور گوگل میں معاہدہ ✍ 20 / جنوری: پاکستان: 350 کلومیٹر تک مار کرنے والے جدید ترین کروز میزائل رعد کا کامیاب تجربہ ☎ اقتصادی راہداری اور گواہوں کے تحفظ کے لئے فورسز بنانے کا فیصلہ، ایپکس کمیٹی سندھ کا اجلاس۔

اخبارِ عالم حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/دسمبر/2015ء/ 9/ ربیع الاول/ 1436ھ: پاکستان: کراچی رینجرز اختیارات میں دہشت گردی کے خلاف کاروائی بھی شامل 22/دسمبر: پاکستان: چین اورنج ٹرین کے لئے 132 ارب دے گا، پنجاب حکومت اور ایگزم بینک چائنہ کے درمیان معاہدہ 23/دسمبر: پاکستان: سندھ حکومت کی سمری مسترد، وفاق نے رینجرز کے خصوصی اختیارات بحال کردیئے، نوٹیفکیشن جاری ☎ پاکستان اور بھارت کا سیز فائر برقرار، مواصلاتی رابطے بحال رکھنے پر اتفاق 24/دسمبر: پاکستان: لودھراں ضمنی انتخابات، تحریک انصاف 39 ہزار کی لیڈ سے فاتح ☎ وزیرِاعظم کا گیس مہنگی کرنے پر اظہارِ ناراضگی، 38 فیصد اضافہ روک دیا 25/دسمبر: پاکستان: جڑواں شہر میں گیس لیکج، 2 خواتین 2 بچیاں جاں بحق، 3 افراد بیہوش 26/دسمبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 27/دسمبر: پاکستان: ملک کے مختلف شہروں میں 6.9 شدت کا زلزلہ، 3 جاں بحق، 100 زخمی، پورے ملک میں خوف وہراس پھیل گیا 28/دسمبر: سعودی عرب: مسجد الحرام کے سینئر موذن سراج معروف انتقال کرگئے، مکہ مکرمہ میں سپردِ خاک 29/دسمبر: پاکستان: پاکستان کے حج کوٹہ میں 30 ہزار عازمین کے اضافے کا امکان 30/دسمبر: پاکستان: مردان نادرا دفتر پر خودکش حملہ، 26 شہری شہید، 48 زخمی ☎ سعودی عرب نے 100 سے زائد پاکستانیوں کو ڈی پورٹ کردیا 31/دسمبر: پاکستان: 1 فیصد ٹیکس دے کر 5 کروڑ تک کالا دھن سفید، وزیرِاعظم نے سکیم کی منظوری دے دی، ظاہر کی گئی رقم سے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی، 4 سال تک آڈٹ، بینک ٹرانزیکشن پر ودہولڈنگ ٹیکس کا معاملہ حل ہوجائے گا ☎ ضمنی بلدیاتی الیکشن، پنجاب میں آزاد 14 ن لیگ 10 سیٹیں جیت گئی، سندھ میں پی پی 128 نشستوں پر کامیاب

یکم/جنوری: پاکستان: ڈیزل 8.29، مٹی کا تیل 8.07 روپے فی لیٹر سستا، پٹرول کی قیمت برقرار

2/جنوری: پاکستان: فیول ایڈجسٹمنٹ کی مد میں بجلی 2.06 روپے سستی، ریلیف اسی ماہ ملے گا، نوٹیفکیشن جاری

3/جنوری: سعودی عرب: دہشت گردی اور ریاست مخالف سرگرمیوں کے الزامات، سعودی عرب میں 47 افراد کو سزائے موت دے دی گئی ☎ بھارت: پٹھانکوٹ ایئر بیس پر حملہ، 3 اہلکار ہلاک، پاکستان کی شدید مذمت 4/جنوری: بھارت: پٹھانکوٹ ایئر بیس میں دوسرے روز بھی دھماکے اور فائرنگ، کرنل سمیت 6 افراد ہلاک ☎ ویٹی کن: کیتھولک عیسائی کے مرکزی ویٹی کن نے فلسطین کو باضابطہ ریاست تسلیم کرلیا

5/جنوری: پاکستان: مختلف ممالک میں 43 ٹریڈ منسٹر، کمرشل قونصلر اور سیکرٹریز تعینات کرنے کی منظوری

6/جنوری: پاکستان: سری لنکا 8 جے ایف 17 تھنڈر طیارے خریدے گا، معاہدہ طے پا گیا۔

﴿بقیہ صفحہ 92 پر ملاحظہ فرمائیں﴿